فروری 1999ء شوال المکرم 1419ھ

ماہنامہ

عالمگیر محبت، احترام آدمیت اور اصلاح و فلاح انسانیت کا علمبردار

آدمیت

گوجرانوالہ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

ماہنامہ گوجرانوالہ

آدمیت فلاح

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان
کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

فروری 1999ء شوال المکرم 1419ھ

قیمت ---------- 12/- روپے
سالانہ فنڈ ---------- 120/- روپے

شیخ سلسلہ سے رابطہ کیلئے:

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی کاشانہ توحیدیہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ Ph:0431-268424:

ایڈیٹر سے رابطہ کیلئے: عبدالقیوم ہاشمی تھانہ روڈ گکھڑ ضلع گوجرانوالہ Ph:0431-260734:

پبلشر عامر رشید انصاری نے المعراج پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

اس شمارے میں

اداریہ

برادرزان سلسلہ! آپ جانتے ہیں کہ ماہنامہ فلاح آدمیت کی اشاعت الحمدللہ گذشتہ ڈیڑھ برس سے شروع ہے۔ ہم نے آپ سے بارہاگذارش کی ہے کہ ہمیں مجلّہ کے فنڈز کی فراہمی میں دقت کا سامنا ہے۔ الحمدللہ مجلّہ کی رجسٹریشن کے بعد اس کی ترسیل بے حد آسان ہو گئی ہے۔ اب شمارہ ہر بھائی کی رہائش پہ پہنچا کرے گا۔ جس بھائی کے ایڈریس میں تبدیلی یا مجلّہ کی ترسیل میں کوئی مسئلہ ہو اسے ادارہ فلاح آدمیت کے نوٹس میں لایا جائے۔ جہاں تک بھائیوں کے فنڈز کی صورت حال ہے اسے کسی طرح بھی حوصلہ افزاء نہیں کہا جاسکتا۔ مجلّہ کے اخراجات کے توازن کی خاطر ہم اسے v.p کے ذریعے بھیجنے پر غور کر رہے ہیں۔ پوسٹ مین آپ سے 120 روپے سالانہ کے حساب سے وصول کرے گا۔ سب بھائیوں کو احساس کرنا چاہئے کہ چند احباب کے کندھوں پر بوجھ ڈالنا کوئی اچھی بات نہیں۔ مرکز کی تعمیر میں تاخیر بھی اسی وجہ سے ہے کہ بیشتر حلقہ فنڈ اور مرکز فنڈ اسی میں خرچ ہو جاتا ہے۔ شمارہ کے 175% اخراجات انہی فنڈز سے پورے کئے جا رہے ہیں۔ اگر آپ مجلّہ فنڈ کی صورت حال بہتر بنائیں تو سلسلہ کے دیگر امور بخوبی انجام پا سکتے ہیں' قطرہ قطرہ مل کر ہی سمندر بنتا ہے۔ اگر آپ اپنی ذمہ داری کا احساس کریں تو اصلاح اور خدمت دین کے لئے سلسلہ توحیدیہ اہم کردار ادا کر سکتا ہے۔ کتنے ہی لوگ ہیں جو حق کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ ان تک سلسلہ توحیدیہ کی تعلیمات ضرور بہ ضرور پہنچادیں تا کہ پیاسی روحوں کو سکون و قرار مل جائے۔ مجھے امید ہے کہ تمام بھائی سلسلہ کے اہم امور میں حسب استطاعت ضرور حصہ لیں گے۔ ادارہ فلاح آدمیت آپ کے تعاون کا منتظر ہے۔

یہ گھڑی محشر کی ہے تو عرصہ محشر میں ہے
پیش کر غافل عمل کوئی اگر دفتر میں ہے

والسلام عبدالقیوم ہاشمی

درس قرآن

(ڈاکٹر عبدالرشید وقار)

مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ مِنْ نُّطْفَةٍ فَقَدَّرَهٗ ثُمَّ السَّبِیْلَ یَسَّرَهٗ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنْشَرَهٗ (عبس)

ترجمہ۔ کس چیز سے اللہ نے اسے پیدا کیا۔ ایک بوند سے پیدا کیا اور اس کی چیز اندازہ سے بنائی پھر زندگی کی راہ اس پر آسان کر دی۔ پھر اسے موت دے دی اور قبر میں پہنچایا۔ پھر جب چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کرے گا۔

تفسیر:۔ ہمارے اردگرد کائنات کا ایک وسیع و عریض سلسلہ پھیلا ہوا ہے یہ سب رب العزت کی پر حکمت تخلیق کا مظہر ہے۔ لیکن انسان کو تمام مخلوقات کے درمیان مرکزیت حاصل ہے۔ ساری کائنات اس کی خدمت اور فیض رسانی کے لئے وجود میں آئی ہے۔ اسی خدمت کی تکمیل کے لئے نئی نئی چیزیں دریافت ہو رہی ہیں اور آئندہ بھی تاقیامت یہ سلسلہ جاری و ساری رہے گا۔ اللہ کی شان کریمی ہے کہ اس کو کائنات کی دوسری تخلیقات کی طرح پابند نہیں کیا گیا۔ بلکہ کچھ اختیارات بھی عنایت فرمائے ہیں تاکہ انُ کی اس محدود آزادی کا امتحان بھی ہو جائے کہ وہ نیکی اختیار کر کے اپنے منصب پر پورا اترتا ہے یا بدی کی راہ اپنا کر خود کو ابدی ہلاکت کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ انسان نے اپنے محدود اختیارات میں بھی ایک ہنگامہ کھڑا کر رکھا ہے اور اکثر لوگ اپنے اختیارات کو غلط استعمال کر رہے ہیں۔ اپنے اختیار سے تجاوز کرنا ہی مقصد تخلیق سے متصادم ہوتا ہے۔ کوتاہ نظری اور خود بینی اسے الحاد کے قریب تر کرتی جا رہی ہے۔ اشرف المخلوقات کی یہ روش قطعاً" پسندیدہ نہیں اور نہ ہی اسے زیب دیتی ہے' یہاں پہنچ کر وہ حیوانات کی سطح پر گر پڑتا ہے۔ مندرجہ بالا آیات میں رب کریم نے انسان کی اسی روش کو موضوع بنایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ انسان کو کس چیز نے اپنے محسن کی

ناشکری پر آمادہ کیا ہے۔ ذرا اپنی حقیقت پر غور کرے کہ وہ کس چیز سے وجود میں آیا ہے اس کی پرورش کس جگہ ہوئی ہے' کس راستہ سے دنیا میں قدم رکھا ہے پیدا ہونے پر وہ کس قدر بے بس اور لاچار تھا۔ اب اپنی اصلیت کو بھول کر یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ ہمچو ما دیگرے نیست

پروردگار کی ناشکری اور باغیانہ روش اس کی تباہی و ہلاکت پر منتج ہو گی انسان از خود پیدا نہیں ہوا بلکہ ساری کائنات کی طرح وہ بھی اللہ تعالیٰ کی پیدائشی رعیت ہے۔ وہ اس بات کا مجاز نہیں کہ من چاہی زندگی بسر کرے۔ زندگی گزارنے کا وہی اسلوب اس کے لئے بہترین ہے جو اس کے رب کریم نے اس کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ جس طرح وہ دنیا میں کلی طور پر مالک و مختار نہیں ہے اسی طرح حیات بعد الموت پہ بھی اپنے پیدا کرنے والے کا محتاج ہے۔ انسان کو چاہئے کہ وہ اپنی پیدائش پر غور کرے۔ جب دنیا میں نہیں تھا تو کیا اس کی سج دھج کا یہی عالم تھا۔ کیا اس کے خزانے مال و دولت سے اسطرح بھرے ہوئے تھے۔ ہرگز نہیں۔ کتنا کوتاہ اندیش اور کم ظرف ہے انسان کہ اس نے اس ناپاک قطرہ آب پر غور ہی نہیں کیا جس سے اس کو تیار کیا گیا ہے۔

جب یہ رحم مادر میں پرورش پا رہا تھا تو کوئی بھی نہیں جانتا تھا کہ اس کی جنس کیا ہے' اس کا رنگ ڈھنگ کیا ہے۔ اس کی جسامت کیسی ہے۔ کتنا قد آور ہو گا۔ اعضاء کی لمبائی چوڑائی کیا ہو گی۔ اس کے کون کون سے اعضاء مضبوط ہوں گے۔ اس کی جسمانی اور ذہنی خوبیاں کیسی ہونگی۔ اس کی شکل و صورت اور آواز کیسی ہو گی۔ کس سرزمین پر پیدا ہو گا۔ کس خاندان کا فرد کہلائے گا۔ کس ماحول میں پرورش پائے گا۔ اور پروان چڑھ کر کیا بن کر اٹھے گا۔ اس کی عمر کتنی ہو گی۔ کتنا رزق کھائے گا۔ اس کی شخصیت دنیا والوں کے اوپر کس قدر اثر انداز ہو گی۔ اس کو ہم نے آنکھ' کان' ناک اور زبان عطا فرمائی اس میں سے ایک بھی اپنی جگہ بدل لے تو اس کی شکل ہی بگڑ جائے۔ اس کی پہچان ختم ہو جائے۔

ہم رحم مادر میں پروان چڑھا کر دنیا میں لائے اس کے جوڑ بند درست ہونے کی تفصیل اس کی ماں تک نہیں جانتی جو اسے ایک مدت تک اٹھائے پھرتی رہی۔ جب ہمارا حکم ہوا وہ دنیا میں آگیا۔ 5/6 پونڈ کا وزنی جسم ماں کو نقصان پہنچائے بغیر دنیا میں آگیا۔ آج جب دنیا میں اس کا طوطی بول رہا ہے تو خیال کرتا ہے کہ میں فطرت کے مقرر کردہ ہر قانون سے آزاد ہوں یہ خالق ہی تو ہے جس نے اس کی عمر اور رزق مقرر کیا ہے انسان یہ نہ سمجھے کہ وہ مکمل خود مختار ہے ایسا ہرگز نہیں ہے۔ نہ یہ پیدا ہونے سے پہلے اس چیز پر قادر تھا کہ اپنے خالق کی مرضی پر اثر انداز ہو سکے نہ موت کے بعد خدائی فیصلہ کو تبدیل کر سکے گا۔ خدا کے قانون سے انحراف اور فرعونیت کا دعویٰ پرلے درجے کی حماقت اور کوتاہ نظری ہے۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ایک اتنا ضعیف انسان اپنے خالق کے منہ آتا ہے۔ جس طرح پیدائش اور تقدیر پر بے بس ہے ایسے ہی موت کے معاملہ میں بھی مجبور ہے۔ اپنے اختیار سے نہ پیدا ہوا نہ مر سکے گا۔ نہ ہی اپنی موت کو ایک ثانیہ کے لئے ٹال سکے گا۔ جس وقت اس کا مالک اس کی موت کا فیصلہ کرے گا۔ ہزاروں محافظ بھی اس کو نہ بچا سکیں گے۔ ہم نے اس کا مدفن بھی مقرر کر رکھا ہے۔ زمین کا پیٹ' سمندر کی اتھاہ گہرائی' درندوں کا معدہ یا آگ کا الاؤ اسے اپنے اندر سمو سکتا ہے جب تک موت کا وقت نہ آئے ہزاروں خطرات میں بھی زندہ سلامت رہے گا۔ بارش کی طرح برستے ہوئے بم بھی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

جب خالق اسے دوبارہ زندہ فرمانا چاہے گا انکار کی مجال نہ ہو گی۔ کیونکہ پیدا کرتے وقت بھی اس سے مشورہ نہیں لیا گیا تھا۔ اس کا مرنا جینا خدا کی مرضی پر منحصر ہے۔ خواہ یہ راضی ہو یا نہ ہو۔ بہتر یہی ہے کہ خود کو اس کے سپرد کر دے۔

درس حدیث

رانا محمد اعجاز

عن عبیدہ الملیکی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا اھل القران لا تتوسدو القران واتلوہ حق تلاوت من انا واللیل والنھار وافشوہ وتفتوہ و تدبرافیہ لعلکم تفلحون ولا تعجلو توابہ فان لہ ثوابا (بخاری)

ترجمہ! حضرت عبیدہؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اے قرآن والو قرآن کو اپنا تکیہ اور سہارا نہ بنالو بلکہ دن اور رات کے اوقات میں اس کی تلاوت کیا کرو۔ جیسا کہ اس کا حق ہے اور اس کو پھیلاؤ اور اس کو دلچسپی سے اور مزہ لے لے کر پڑھا کرو اور اس میں تدبر کیا کرو۔ امید رکھو کہ تم اس سے فلاح پا جاؤ گے اور اس کا عاجل معاوضہ لینے کی فکر نہ کرو۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے اس کا عظیم ثواب اور معاوضہ ملنے والا ہے۔

مندرجہ بالا حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید کے کیا حقوق ہیں اور کس طرح ان پر عمل کرنے سے ہم خدا تعالیٰ کے مقرب بندوں میں شامل ہو سکتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو قرآن مجید کی عظیم دولت نصیب فرمائی ہے اور انہیں چاہئے کہ اسی پر تکیہ کر کے نہ بیٹھ جائیں کہ ہمارے پاس قرآن ہے اور ہم قرآن والے ہیں بلکہ انہیں چاہئے کہ قرآن حکیم کے حقوق ادا کریں اور رات اور دن کے اوقات میں اس کے حق کے مطابق اس کی تلاوت کیا کریں۔ تلاوت قرآن مجید کے بے شمار فوائد ہیں جن کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔

رسول کریم ﷺ نے امت کو واضح خوشخبری سنادی کہ جو بندہ اخلاص کے ساتھ قرآن مجید کی تلاوت کرے گا تو ہر حرف کی تلاوت ایک نیک شمار ہو گی جو اجر و ثواب کے لحاظ سے دس نیکیوں کے برابر ہو گی۔ تلاوت قرآن مجید دل کے زنگ کو صاف کرنے کا بھی ذریعہ ہے قلب کے زنگ سے مراد یہ ہے کہ بندہ خدا اور آخرت کے انجام سے غافل اور بے فکر ہو جائے۔ تلاوت قرآن مجید جس قدر اخلاص اور شوق و تدبر سے ہو گی تو اسی قدر خدا تعالیٰ اپنے فضل سے قلب کے زنگ کو دور کر کے اس کو نور سے روشن کر دے گا اور انسان اپنی اس حقیقی منزل کو پالے گا جس کے لئے وہ

ارض پر بھیجا گیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے تلاوت قرآن کی فضیلت اور عظمت کو ایک اور حدیث مبارکہ میں اجاگر کیا ہے۔

"صرف دو آدمی قابل رشک ہیں ایک وہ جس کو خدا نے قرآن کی نعمت عطا فرمائی اور پھر دن اور رات کے اوقات میں اس کی تلاوت میں لگا رہتا ہے اور دوسرا وہ شخص جس کو خدا نے مال و دولت سے نوازا اور وہ دن اور رات کے اوقات میں راہ خدا میں خرچ کرتا رہتا ہے"

قرآن مجید خدا تعالیٰ کی صفت قائمہ اور بندوں کے لئے اس کا فرمان اور عہد نامہ ہے اور اس کی وفاداری اور تابعداری ہے۔ اسی طرح اس سے انحراف اور بغاوت درحقیقت خدا تعالیٰ کے احکامات سے انحراف اور سرکشی ہے اور خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ جو قوم اور امت خواہ وہ کسی نسل سے ہو اس کا کوئی رنگ اور کوئی بھی زبان ہو قرآن مجید کو اپنا رہنما بنائے گی تو خدا تعالیٰ اس قوم کو دنیا اور آخرت میں سربلند کر دے گا۔ اس کے برعکس جو قوم اور امت اس سے انحراف اور سرکشی کرے گی وہ اگر بلندیوں کے آسمان پر بھی ہو گی تو نیچے گرا دی جائے گی۔ مسلمانوں کی پوری تاریخ اس حدیث مبارکہ کی صداقت کی گواہ اور خدا تعالیٰ کے اس فیصلہ کی آئینہ دار ہے۔ اور اگر مسلمان آج پستی میں گرے ہوئے ہیں تو اس کی بنیادی وجہ قرآن مجید کے احکامات کی خلاف ورزی ہے ورنہ جو امت دنیا کے طول و عرض پر چودہ سو برس پہلے حکومت کر سکتی ہے آج بھی کر سکتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت اور اس پر تدبر ہر مسلمان کو کرنا چاہئے اور درحقیقت یہ کتاب اللہ ہم سے تقاضا کرتی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اس کے پیغام ہدایت کو دوسروں تک پہنچائیں اور اگر ہم نے ایسا کیا تو خدا کے فضل سے فلاح کی پوری امید ہے اور قرآن مجید کے پڑھنے، پڑھانے اور پھیلانے کا معاوضہ دنیا میں ہی طلب نہیں کرنا چاہئے کیونکہ نبی آخرالزماں ﷺ نے واضح الفاظ میں مذکورہ بالا حدیث میں فرمادیا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کا بڑا غیر معمولی معاوضہ اور صلہ ان کو دے گا جو قرآن مجید کی تعلیمات پر عمل کرے گا کیونکہ درحقیقت یہی راہ نجات ہے۔

بنیادی سوال

قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی

بنی نوع انسان کے لیے سب سے اہم اور بنیادی سوال یہ ہے کہ انسانی زندگی کی حقیقت کیا ہے ؟ کیاانسان بھی کرہ ارض پر بسنے والے دوسرے حیوانوں کی طرح ایک عام ساحیوان ہے یا ان سے منفرد اور مختلف کوئی خاص ہستی ہے ؟ اور یہ بھی کہ کیا انسان کی زندگی کی ابتدا رحم مادر ہی سے شروع ہوتی اور موت پر ختم ہوجاتی ہے یا حیات ارضی کا عرصہ انسان کی تربیت اور امتحان کے لیے مخصوص ایک نہایت ہی مختصر سی مدت ہے ؟ جب تک اس سوال کا درست اور مفصل جواب تلاش نہ کیا جائے یہ طے کرنا ناممکن ہے کہ مجموعی طور پر کس قسم کا نظام حیات بنی نوع انسان کو حقیقی کامیابی سے ہمکنار کر سکے گا۔ ہم یہ تو جانتے ہیں کہ اربوں سال پہلے جب یہ زمین وجود میں آئی تو اس پر سب سے پہلے زندگی کا آغاز نبادات کی صورت میں ہوا اس کے بعد باترتیب سمندری حیوانات ' خشکی پر رینگنے والے جانور ' چوپائے اور پرندے وجود میں آئے اور سب سے آخر میں انسانی زندگی کا آغاز ہوا۔ حیات کے اس ارتقائی سفر کا مطالعہ کریں تو یہ حقائق سامنے آتے ہیں کہ سورج ،ہوا ,پانی اور مٹی کے عناصر کے تعاون سے نباتی زندگی وجود میں آئی۔ گویا نبادات کی پیدائش اور پرورش کے لیے جمادات نے بنیاد فراہم کی ۔ اس سے اگلے مرحلے میں حیوانات کا ظہور ہوا تو انہوں نے اپنی غذا نباتات سے حاصل کی سب سے بعد میں ظہور میں آنے والا حضرت انسان زمین سے اگنے والے پتوں ، پھلوں ، پھولوں ، غلوں اور سبزیوں کے علاوہ حیوانات کو بھی اپنی غذا اور دوسری ضروریات کے لیے استعمال کرتا ہے اور ساتھ ہی سورج ،ہوا ,پانی اور مٹی سے بھی استفادہ حاصل کرتا ہے۔ زندگی کے مراحل کی اس ترتیب سے حیاتیاتی طور پر انسان کی نمایاں اور برتر حیثیت کا اظہار ہوتا ہے اس کے علاوہ ایک اور حقیقت بھی قابل غور ہے کہ زمین و فضا اور خلا میں بے شمار طاقتیں اور لاتعداد چیزیں انسانی زندگی کی بقا اور ترقی میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں انسان ان سب سے کچھ نہ کچھ حاصل کر کے مختلف فائدے اٹھا رہا ہے لیکن ان کی زندگی میں انسان کا کوئی حصہ نہیں ہے اس سے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ انسان کے اردگرد جو کچھ بھی ہے وہ اس کی خدمت کے لیے ہی پیدا کیا گیا ہے چنانچہ ہم اس حقیقت کے قائل ہیں کہ سورج ،چاند ، زمین ،

آسمان، ہوا، پانی آگ، مٹی، درخت، جنگل، پہاڑ، کیڑے مکوڑے، چرند پرند سب انسان کی خدمت ہی میں لگے ہوئے ہیں۔ اسی طرح برقی قوت، مقناطیسی قوت، کاسمک شعائیں، ریڈیائی لہریں اور کشش ثقل کے علاوہ ان گنت مخفی قوتیں جو ابھی تک ہمارے احاطہ علم میں نہیں آسکیں انسان کی زندگی میں اہم کردار ادا کر رہی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان میں سے اگر چند ایک چیزیں مفقود ہو جائیں تو انسانی زندگی تعطل، جمود اور انحطاط کا شکار ہو کر رہ جائے بلکہ ممکن ہے سرے سے انسان کا وجود ہی باقی نہ رہے اس کے برعکس اگر انسان اس دنیا میں نہ ہوں تو باقی ہر شے اپنی جگہ پر برقرار رہے گی اور ان کی حیات یا وظیفہ عمل میں قطعاً کوئی فرق واقع نہیں ہو گا۔ کائنات کے ساتھ انسان کا یہ تعلق بھی ثابت کرتا ہے کہ کائنات تو انسان کے لیے پیدا کی گئی ہے لیکن انسان کی تخلیق اس مادی دنیا کے لیے نہیں بلکہ اس سے کہیں ارفع و اعلیٰ مقصد کے لئے کی گئی ہے بقول شاعر مشرق علامہ محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ۔

نہ تو زمیں کے لیے ہے نہ آسمان کے لئے۔
جہاں ہے تیرے لئے تو نہیں جہاں کے لئے۔

اس کے علاوہ زندگی کے ارتقا کا بھی یہ تقاضا ہے کہ جس حیات نے جمادات سے جنم لیا اور پیچیدہ نباتی اور حیوانی مراحل طے کرتی ہوئی کروڑہا سالوں میں انسانی صورت میں ظہور پذیر ہوئی اسے زمان و مکان کی حدود سے گزر کر آگے بڑھتے رہنا چاہیے۔ اس طرح یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ حیات ارضی کے بعد اس سے بھی اعلیٰ اور برتر زندگی کا وجود ارتقاء حیات کا منطقی نتیجہ ہو گا۔ ان دلائل کے علاوہ انسان کا وجدان بھی اس حقیقت کو محسوس کرتا ہے اور اس کے باطن کی گہرائیوں میں یہ سرگوشیاں ہوتی رہتی ہیں کہ مجھے مٹ جانے کے لیے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ موت کی کٹھن منزل سے گزر کر بھی میں کسی نہ کسی صورت میں ضرور زندہ رہوں گا اور اس دنیا میں جو ظالم اور بدکردار لوگ عیش و عشرت کرتے رہے اور دنیوی عدالتوں کی سزاؤں سے بچ گئے اور پاک باز اور نیک انسان سختیاں جھیلتے رہے ان کے ساتھ دوسری دنیا میں پورا پورا انصاف کیا جائے گا۔

عقل کی حدود

انسان نے اپنی سہولت کے لئے سینکڑوں قسم کی مشینیں ایجاد کر رکھی ہیں ان سے صحیح طور پر کام لینے کے لئے یہ ضروری ہوتا ہے کہ ان کے بارے میں جان کاری حاصل کی جائے۔ اسی لیے ہر

مشین کے طریقہ استعمال اور اس کی مناسب دیکھ بھال کی تعلیم دینے کے لیے اس کا ڈیزائنر اور بنانے والا ادارہ خریداروں کو مشین کے ساتھ ایک کتابچہ ہدایات بھی مہیا کرتا ہے۔ اگر ان ہدایات پر عمل کیا جائے تو مشین کی کارکردگی عمدہ اور عمر طویل ہوگی بصورت دیگر لاپرواہی کے نتیجہ میں اس میں لاتعداد نقائص پیدا ہو جائیں گے اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ مشین اپنی تخلیق کے مقاصد ادا کرنے کے قابل نہیں رہے گی آخر کار اسے ایک بیکار چیز سمجھ کر کاٹھ کباڑ میں پھینک دیا جائے گا یہ ایک حقیقت ہے کہ کسی بھی چیز کو اس کے خالق سے زیادہ بہتر کوئی دوسرا نہیں سمجھ سکتا اس لئے بہترین نتائج اسی صورت میں حاصل کیے جاسکتے ہیں جب اس کے خالق کی دی ہوئی ہدایات پر پوری طرح عمل کیا جائے۔ جس طرح کوئی مشین یا حیوان اپنی بہتری یا بھلائی کے متعلق کتاب ہدایت خود مرتب نہیں کر سکتا اسی طرح انسان بھی ایک جامع اور بے خطا آئین مرتب کرنے سے قاصر ہے جو اسے حقیقی کامیابی سے ہمکنار کر سکے۔ کیونکہ جب تک انسان کی شخصیت اور اسکی زندگی کی حقیقت کو پوری طرح نہ سمجھا جائے اسکے برے بھلے کا فیصلہ کیا ہی نہیں جا سکتا۔ لیکن انسان کے لیے اپنے آپ کو سمجھنا یعنی عرفان نفس حاصل کرنا ایک کار دشوار بلکہ ناممکنات میں سے ہے۔ سائنسدانوں کے اندازے کے مطابق انسان کو زمین پر پیدا ہوئے تقریباً دس لاکھ برس ہو چکے ہیں اس طویل عرصہ میں وہ اپنی عقل کے بل بوتے پر مادی اشیا کو بھی مکمل طور پر سمجھ نہیں پایا تو نفس قلب اور روح کی نزاکتوں اور روحانی عوالم کی لطافتوں کو بھلا کیونکر جان سکتا ہے۔ زندگی بذات خود ایک ایسا راز ہے کہ موجودہ سائنس اپنی تمام تر ترقی کے باوجود اس کی دریافت کے قریب بھی نہیں پہنچ سکی۔ پاکستان کے ایک عظیم مفکر علامہ عنایت اللہ خاں مشرقی نے دنیا بھر کے سائنسدانوں کے نام اپنے ایک مراسلہ بعنوان "انسانی مسئلہ" میں تحریر فرمایا۔

ہمارا علم کیمیا صرف بے جان مادے کا علم ہے۔ اس نے چند عمدہ اور مفید مرکبات یا تجریدی معجزے تیار کیے ہیں لیکن زندگی کے مسئلہ کا حل ان دریافتوں سے نہیں ہو سکا۔ سائنسدان شرم کا مارا روز اول سے ہی سٹپٹا رہا ہے جب وہ مکمل سکتے میں ایک انڈے کو دیکھتا ہے کہ خود بخود پھٹ کر چوزہ بن چکا ہے در آنحالیکہ وہ اس انڈے کے اندر جو تغیر رونما ہوتا رہا ہے اس کے کسی چھوٹے سے چھوٹے عمل کی توجیہہ سمجھنے سے قاصر ہے یا جب ایک چھوٹا سا بیج خود بخود ایک درخت بنتا جاتا ہے اور اس کے اندر جو تغیر رونما ہوتا رہتا ہے اس کی توجیہہ اس کی سمجھ میں نہیں آتی حتیٰ کہ وہ اس تقاضے کی حقیقت کو بھی نہیں سمجھ سکتا جو بیج کو درخت بنا رہا ہے زندگی کے اندر خود بخود

اکساہٹ کیوں ہے ایک حواس باختہ کر دینے والا مسئلہ ہمیشہ سے رہا ہے حالانکہ یہ یقینی بات ہے کہ زندگی ضرور ابتدائی طور پر بے جان مادے ہی سے پیدا ہوئی ہو گی۔ یہ درمیانی کڑی جب مل گئی اور اس کی خاطر خواہ توجیہہ بھی مل گئی تو یہ انکشاف شاید صحیح علم کا پہلا طلوع ہو گا جبکہ انسان کی بنائی ہوئی جیومیٹری اور ریاضی اور کیمیا سب کے سب ماضی کے کھلونے بن جائیں گے اور انسان کو فطرت کی زبان میں اور فطرت کی اکائیوں میں سمجھ آنے لگے گی۔ یہ ایک انتہائی طور پر حیرت انگیز بات ہے کہ انسان جو بذات خود زندگی کی اکساہٹ بدرجہ کمال رکھتا ہے اس اکساہٹ کی توجیہہ بھی نہیں کر سکتا بلکہ اس کو محسوس بھی نہیں کر سکتا جو اس کے جسم کے بالوں کو خود بخود بڑھاتی رہتی ہے جو اس کے اپنے جسم کے زخموں کو خود بخود مندمل کر دیتی ہے' جو اس کے معدے میں خوراک کو خود بخود ہضم کر دیتی ہے' جو اس کے اپنے کانوں سے سننے آنکھوں سے دیکھنے اور ذہن سے سوچنے کا کام لیتی ہے اگر بے جان مادے کے ارتقا سے یہ خاصیتیں کسی جادو کے زور سے پیدا ہوتی ہیں تو یقیناً" وہ طلسم ہمیں ان کیمیائی فارمولوں سے نہیں مل سکتا جو ہم نے معلوم کر کے عمدہ طور پر ترتیب دے رکھے ہیں بلکہ وہ ہمیں اس روشنی کے عمل سے روز بروز زیادہ واقفیت حاصل کرنے سے ملے گا جو ایک بجھی ہوئی موم بتی کو یکدم جلا دیتی ہے اور اس ذرا سی چھوت سے بتی کو جلائے رکھتی ہے۔ یہ "نور" ہمیں انسانی ذہن اور شعور کی فطرت کے طریقہ عمل کے متعلق انتہائی طور پر جانکاہ دروں رسی کے بعد ہی مل سکے گا اور وہ بھی اس وقت کہ زندگی کے عظیم الشان راز میں مسلسل غور و فکر کے بعد کوئی نیا طریقہ تلاش مل جائے جو موجودہ طریقوں سے مختلف ہو۔ زندگی کا مسئلہ دراصل فطرت کے اس راز کو دریافت کرنے کا مسئلہ ہے جو انڈے کو آنے والے چوزے کی اکائی. انسانی نطفے کو آنے والے بچہ کی اکائی اور بیج کو آنے والے درخت کی اکائی بنا دیتا ہے" انسان اپنی اس بے بسی اور کوتاہ علمی کے باوجود ہر دور میں اپنی عقل کو کامل سمجھنے کی غلط فہمی میں مبتلا رہا ہے جس طرح ہم اپنے بچوں کو دیکھتے ہیں کہ وہ ہر عمر میں اپنی رائے کو ہی درست جانتے ہیں خواہ وہ سو فیصد غلط ہی کیوں نہ ہوں بلکہ بسا اوقات تو مضر اور مہلک چیزوں کے حصول کے لئے ضد کرتے ہیں۔ انسانی جسم کے اندر کار فرما روح کی حقیقت جاننا تو بہت دور کی بات ہے انسان تو یہ جاننے سے بھی قاصر ہے کہ رحم مادر کے اندر اس کی ظاہری شکل و ہیت اور جسم کے اندرونی اعضا کو بہترین صورت دینے میں کون کون سے عوامل کار فرما ہوتے ہیں۔ ایک ہی والدین کی اولاد میں شکل و شبہات. عادات خصلات اور ذہنی رجحانات کا فرق کیوں ہوتا ہے؟ انسان ہنستا. روتا اور سوتا کیوں ہے؟ انسان کے

ظاہری اعضا کو دماغ کنٹرول کرتا ہے لیکن دماغ پر کون سی چیز حکمرانی کرتی ہے اور وہ مادی ہے یا غیر مادی؟ خیال، ارادہ، احساس، جذبات، حزن، مسرت اور محبت کی کیا حقیقت ہے؟ انسان سوتے میں خواب کیوں دیکھتا ہے اور ان میں آئندہ پیش آنے والے واقعات کس طرح نظر آجاتے ہیں؟ جو لوگ مستقبل کے بارے میں پیش گوئیاں کرتے ہیں ان کے علوم کی بنیاد کیا ہے؟ کسی واقعہ یا حادثہ کے وقوع پذیر ہونے سے پہلے ہی اس کے بارے میں علم ہو جانا کیونکر ممکن ہے؟ الغرض انسانی جسم و جان کے اندر پوشیدہ اور اردگرد کی کائنات میں پھیلی ہوئی ان گنت گتھیاں ایسی ہیں جو انسان ابھی تک سلجھا نہیں سکا۔ بایں ہمہ اگر پھر بھی انسان یہ سمجھے کہ میں اپنے برے بھلے کو خوب جانتا اور اپنے لئے خود ہی بہترین آئین حیات تجویز کر سکتا ہوں تو یہ اس کی کج بحثی، کج فہمی اور عاقبت نااندیشی ہے۔ انسان کو کامیاب اور پر امن زندگی گزارنے کے لیے جس راہنمائی اور روشنی کی ضرورت ہے وہ انسانوں اور تمام جہانوں کا خالق اور رب ہی عطا کر سکتا ہے۔ انسانی تاریخ اس حقیقت پر شاہد ہے کہ دنیا کی جن اقوام نے فیضان سماوی سے منہ موڑ کر عقل بے مایہ کی راہنمائی میں اپنے لیے آئین سازی کی انہوں نے قدم قدم پر ٹھوکریں کھائی ہیں کیونکہ انسانی عقل کی اپنی حدود و قیود ہیں۔ جو عقل مادی کائنات کو صحیح طور پر نہیں سمجھ سکتی وہ مادے سے ماورا انسانی حقیقت کی راہنمائی اور امامت کے فرائض کیونکر انجام دے سکتی ہے۔ انسان کی محدود سوچ اور ناقص عقل کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے

وعسی ان تکرھوا شیئا" وھو خیر لکم وعسی ان تحبو شیئا" وھو شر لکم واللہ یعلم وانتم لا تعلمون ۝ (البقرۃ -- 216)

- "عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بھلی ہو اور عجب نہیں ایک چیز تم کو بھلی لگے اور وہ تمہارے لیے مضر ہو۔ اور اللہ بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔"

عقل کے پیش کردہ نظریات کی ناپائیداری کی کیفیت یہ ہے کہ ہر دور کا انسان اپنے آباؤ اجداد کے معاشی، معاشرتی اور سائنسی خیالات کو دور اذکار اور فرسودہ قرار دے کر رد کرتا رہا ہے گویا کہ انسانی عقل اپنے ہی قائم کردہ گذشتہ نظریات کو غلط ثابت کر کے اپنی ناپختگی اور کم مائیگی کا ثبوت فراہم کرتی رہتی ہے اور اپنی متلون سوچ کی وجہ سے ٹھوکروں پر ٹھوکریں کھاتی چلی جاتی ہے۔ عقل ہی کو سب کچھ سمجھنے والے یورپی عمائدین اور سائنسی عقائد کے اماموں مثلاً" ڈارون، فرائڈ اور

مارکس وغیرہ نے انسانی نفس کی گھٹیا اور حیوانی جبلتوں کے علم کو ہی علم کل سمجھ کر انسان کو حیوان محض اور سفلی خواہشات ، جنسیت اور ہوا وہوس کا مستقبل غلام قرار دے دیا ہے۔ اس تباہ کن سوچ نے مذہب سے آزاد مادہ پرستوں کو کام و دہن اور جنسی لذتوں کا والہ وشیدا بنا دیا اور وہ مذہب کی پاکیزہ اور اعلیٰ قدروں سے دستبردار ہو کر حیوانیت کی سطح پر گر گیا۔ تہذیب و تمدن کے قائم کردہ قدیم ادارے ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔

شادی بیاہ کو ایک فضول رسم قرار دے کر خاندانی زندگی کی جڑ کاٹ کر رکھ دی۔ حدود و قیود سے عاری اور بے لگام آزادی کی لہر نے حیوانوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ مردوں کی مردوں سے اور عورتوں کی عورتوں سے شادی کو جائز قرار دے دیا۔ بے روک ٹوک جنسی تعلقات ، اسقاط حمل ، ناجائز بچوں ، منشیات کے کھلے استعمال اور ہر قسم کے عقیدے کی آزادی ، یہاں تک کہ شیطان کی پوجا کرنے والوں کے چرچ کو بھی قانونی حیثیت دے دی گئی۔ بے راہ روی کے اس طوفان کے ہولناک نتائج سامنے آنا شروع ہو گئے ہیں پھر بھی مادہ پرست انسان ترقی پسندی کے شوق میں ذلت اور گناہ کی دلدل میں دھنستا چلا جا رہا ہے۔ مغربی تہذیب نے اگر وحی الہٰی ، آخرت پر ایمان اور روحانیت کا دامن نہ تھاما تو اس کا انجام یقینی تباہی ہو گا۔ صرف عقل کے بل بوتے پر آگے بڑھنے والے موجودہ دور کے انسان کی حالت زار بیان کرتے ہوئے ضرب کلیم میں علامہ اقبال نے فرمایا

عشق نا پید و خرد دے گزدش صورت مار
عقل کو تابع فرمان نظر کر نہ سکا
ڈھونڈنے والا ستاروں کی گذر گاہوں کا
اپنے افکار کی دنیا میں سفر کر نہ سکا
اپنی حکمت کے خم و پیچ میں الجھا ایسا
آج تک فیصلہ نفع و ضرر کر نہ سکا
جس نے سورج کی شعاؤں کو گرفتار کیا
زندگی کی شب تاریک سحر کر نہ سکا

اب خربوزے والا نہیں

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی)

کچھ بزرگ صاحب خدمت یا ڈیوٹی والے کہلاتے ہیں۔ ان کے ذمے مختلف قسم کے کام لگائے جاتے ہیں ایک مرتبہ بانی سلسلہ توحیدیہ قبلہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری” نے ارشاد فرمایا۔

”جیسے حالات ہوتے ہیں اس کے مطابق ڈیوٹی والے لگائے جاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ 1857ء سے قبل جب انگریز اپنا اقتدار مستحکم کرنے کے لئے مسلمانوں پر ہر طرح کا ظلم ڈھا رہے تھے اور مسلمان مایوس ہو کر ہمت ہار بیٹھے تھے تو ایک مرید نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ آجکل دہلی کی خدمت پر کونسے بزرگ مامور ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ فلاں بازار کے فٹ پاتھ پر بیٹھ کر جو شخص خربوزے بیچتا ہے آج کل وہی اس منصب پر فائز ہے۔ تم ملنا چاہتے ہو تو جاؤ اس سے خربوزہ خرید کر تھوڑا سا کھانے کے بعد کہنا کہ یہ میٹھا نہیں ہے تو وہ تمہیں دوسرا دے دیگا۔ وہ مرید وہاں پہنچا تو حسب ہدایت ایک خربوزہ لیا اور تھوڑا سا کھانے کے بعد کہا کہ یہ تو بالکل پھیکا ہے اس نے کہا کوئی بات نہیں تم یہ پھینک دو اور یہاں سے دوسرا لے لو۔ اس نے دوسرا بھی تھوڑا سا کھایا اور کہا کہ یہ بھی میٹھا نہیں ہے۔ بابے نے کہا تو کوئی اور لے لو۔ اس نے اسی طرح دو چار خربوزے خراب کئے اور واپس لوٹ آیا۔ کچھ عرصہ بعد 1857ء میں آزادی کے لئے زبردست تحریک شروع ہو گئی اور مسلمان پھر سے منظم ہونے لگے اور یوں لگتا تھا کہ اب انگریزوں کا اقتدار چند دنوں کا مہمان ہے۔ اسی مرید نے اپنے شیخ سے پوچھا کہ اب دہلی کی روحانی خدمت کس کے پاس ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ فلاں چوک میں جو صاحب ایک ایک آنے میں شربت کا گلاس فروخت کرتے ہیں آجکل شہر کا انتظام ان کے سپرد ہے۔ وہ مرید بتائے ہوئے پتہ پر پہنچے اور ان سے ایک گلاس شربت کا خریدا آدھا پینے کے بعد حسب سابق کہا یہ تو میٹھا ہی نہیں ہے۔ شربت فروش صاحب نے اس سے گلاس چھین لیا اور ایک تھپڑ رسید کیا اور ساتھ ہی فرمایا کہ بھاگ جاؤ۔ اب وہ خربوزے والا نہیں ہے“

خواجہؒ کے خطوط

(تدوین و ترتیب خالد مسعود)

(1)۔ حلقہ فنڈ سے قرض

(بنام محمد مرتضٰی صاحب 61-8-11)

"حلقہ فنڈ سے قرض دینا تو ہم نے بند کر دیا ہے۔ لوگ لے کر واپس نہیں دیتے اور حلقہ کی ترقی پر جو پیسہ لگنا چاہئے تھا وہ نہ ہو سکا جس کا برا اثر پڑا ہے۔ ہم کو حلقہ کی تبلیغ و اشاعت کے لئے پیسہ چاہئے"

(2)۔ قرض اور مدد

(سرکلر بنام حلقہ توحیدیہ 62-11-8)

"میں نے سنا ہے کہ حلقہ کے پیر بھائی آپس میں قرض دیتے اور لیتے رہتے ہیں اور اکثر ایسا بھی ہوتا ہے کہ قرض لینے والا قرض ادا نہیں کر سکتا۔ اس طرح آپس میں کدورت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے میں سب کو ہدایت کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی نہ کسی پیر بھائی سے قرض لے نہ دے۔ اگر کوئی قرض دے تو اپنی ذمہ داری پر یہ سمجھ کر دے کہ یہ روپیہ اب واپس نہیں ملے گا۔ مدد کے خیال سے دے سکتے ہیں۔"

(3)۔ غیبت غیبت ہی ہے

(بنام محمد مرتضٰی صاحب 63-11-11)

"جو لوگ ادھر کی ادھر اور ادھر کی ادھر لگاتے ہیں وہ دراصل برائی کے خیال سے نہیں کرتے بلکہ بھلائی کے خیال سے کرتے ہیں کہ دوسرے کی اصلاح ہو جائے۔ تاہم غیبت غیبت ہی ہے ان کی اس خوش فہمی سے حلقہ کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔ یہ سادہ لوگ ہیں ان کو سمجھا دینا چاہئے"

(4)۔ سینٹر کی اہمیت

(بنام محمد مرتضٰی صاحب 70-7-5)

"یہ دعا کریں کہ اب اللہ تعالیٰ روپیہ دے کہ آستانہ بن جائے۔ بغیر کسی سینٹر کے کوئی تحریک کامیاب نہیں ہو سکتی۔ آستانہ ہو' وہاں مہمان خانہ ہو اور لنگر ہو اور ایک اخبار وہاں سے نکلے۔ بغیر اس کے ہم توحید کی تبلیغ نہیں کر سکتے"

(5)۔ بھائیوں سے رابطہ

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 61-7-12)

"آپ نے حلقہ والوں کے نام لکھے ہیں صدیق' ملک' کامل' حدید' بھٹی' مظہر۔ ان کے علاوہ دو آدمی اور بھی ہیں جن کا نام آپ نے نہیں لکھا۔ شاید آپ کو معلوم بھی نہ ہو۔ ایک تو ارشاد اللہ صاحب ہیں جو سرجنٹ چوہدری صاحب کے بھائی ہیں۔ دوسرے صاحب محمد شریف ہیں۔ میں دونوں کو لکھ رہا ہوں کہ آپ سے ملیں اور حلقہ میں شریک ہوا کریں۔ وہ تو شاید آپ کا گھر نہ جانتے ہوں آپ خود ان سے مل لیں' پتے یہ ہیں---------- ایک تیسرے صاحب زعفران ہیں۔ ان تینوں کو کہیں کہ وہ حلقہ میں شریک ہوا کریں اور چندہ بھی دیا کریں"

(6)۔ اہل لوگوں کی شرکت

(بنام محمد صدیق ڈار صاحب 68-9-22)

"اللہ کا شکر ہے حلقہ اچھی طرح سیٹ ہو گیا ہے اور کام ہو رہا ہے۔ تبلیغ میں ابھی کچھ کمی ہے۔ اہل لوگوں کو زیادہ سے زیادہ مقدار میں شریک کرنے کی کوشش کرنی چاہیے"

توحید کے تقاضے

سید ابوبکر غزنویؒ

پہلی بات میں یہ کہتا ہوں اور میرا اولین مخاطب خود میرا نفس ہے کہ یہ سمجھنا خود فریبی میں مبتلا ہونا ہے کہ صرف قبروں کی پوجا نہ کر کے آدمی نے توحید کے سب تقاضے پورے کر دیئے۔

ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا

"اور لوگوں میں سے کچھ ایسے ہیں جو اللہ سے ہٹ کر اوروں کو اس کا ہم پلہ بنا لیتے ہیں"

آپ غور کیجئے کہ قرآن نے جہاں بھی توحید بیان کی من دون اللہ کے لفظ استعمال کیے۔

ان الذین تدعون من دون اللہ عباد امثالکم

"اللہ کے علاوہ جن کو تم پکارتے ہو، وہ بھی تمہاری طرح بندگان خدا ہیں" یہاں بھی لفظ "من دون اللہ"

والذین یدعون من دون اللہ لا یخلقون شیا وھم یخلقون

"اور جو لوگ اللہ کے سوا اوروں کو پکارتے ہیں وہ خود کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ انہیں پیدا کیا گیا ہے"

"من دون اللہ" کے لفظ اتنے جامع ہیں کہ ان میں تمام غیر اللہ شامل ہیں۔ ان میں زندہ بھی شامل ہیں اور مردہ بھی شامل ہیں۔

تم میں سے بعض نے مردوں سے مرادیں مانگیں اور تم میں سے بعض نے زندوں سے مرادیں مانگیں۔ افسوس تم نے مل کر غیر اللہ سے مرادیں مانگیں۔

قرآن اٹھا کر دیکھئے۔ قرآن کے تیس پاروں میں سب سے زیادہ زندہ فرعونوں کی نفی پر زور دیا گیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ یہ نمرود جو خدا بن بیٹھا ہے اس کی نفی کرو۔ یہ قبر کی نفی نہیں ہو رہی تھی بلکہ زندہ جابر حکمران کی نفی کا حکم دیا جا رہا تھا۔

حکیم الامتؒ اللہ ان کی قبر کو نور سے بھر دے، انہوں نے دو مصرعوں میں اس مطلب کو بیان کیا۔

اے کہ اندر حجرہ ہا سازی سخن
نعرہ لا پیش نمرود ے بزن

"اے حجروں کے اندر بیٹھ کرباتیں بنانے والو! کسی نمرود کے سامنے جا کرلا کانعرہ لگاؤ"

قبر تو مٹی کا ڈھیر ہے۔ اس کی نفی میں کونسی دقت پیش آتی ہے۔ جس کسی نے قبر پر چادر نہ چڑھائی اور چراغ نہ جلایا' وہ اتراتا پھرتا ہے کہ توحید کے سب تقاضے اس نے پورے کردیئے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو توحید کی ارتقائی منزلوں سے گزارا گیا تو ان سے بھی یہی کہا گیا کہ

اذهب الی فرعون انه طغی

جاؤ جا کر فرعون کی نفی کرو اور اس کے روبرو جا کر اس کی نفی کرو وہ سرکش ہو گیا ہے۔

اور حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھو کہ عزیز مصر کی نفی کر رہے ہیں۔ زندہ خداؤں کی نفی کرنا بڑی کٹھن منزل ہے۔ انبیاء کرام کی توحید یہی تھی۔ صحابہ کرام کی توحید یہی تھی' ائمہ کرام کی توحید یہی تھی۔ وہ تمام ضمیر فروش علماء جو دنیادار جاہ و طلب' سرمایہ داروں کی زکوتیں کھا کر سال بھر ان کی کاسہ لیسی اور حاشیہ برداری کرتے ہیں اور اس کے باوجود اپنے آپ کو توحید کے بلند ترین مقام پر فائز سمجھتے ہیں اور پوری ملت اسلامیہ کو حقیر جانتے ہیں اور ان کی توحید کا حال یہ ہے کہ حقیر ترین دنیوی اغراض کے لئے دنیادار سرمایہ داروں کے گھروں کا طواف کرتے ہیں اور ان کی صبحیں اور شامیں ان کی چاپلوسی میں بسر ہوتی ہیں۔ کیا "من دون اللہ" میں صرف حضرت عبدالقادر جیلانیؒ اور حضرت اجمیریؒ ہی شامل ہیں؟ کیا فاسق و فاجر حکام اور دنیادار سرمایہ دار "من دون اللہ" میں شامل نہیں ہیں؟ یہ کیا منطق ہوئی؟ توحید کا یہ تصور ان لوگوں نے اپنے جی سے گھڑ لیا ہے۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ کی توحید تو بڑی انقلاب آفریں ہے' وہ تو ساری دنیا کے بادشاہوں کے نام انقلابی خطوط لکھنے والی توحید ہے۔

اسلم تسلم اسلام لاؤ تو محفوظ رہ سکو گے۔

اس توحید کے نتائج کا ظہور تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے اس اعلان میں ہوا تھا۔

هلک قیصر ولا قیصر بعده - هلک کسری ولا کسری بعده

فرمایا کہ میری آمد کا بدیہی نتیجہ قیصر و کسریٰ کی ہلاکت ہے اور یہ انقلاب جو میں برپا کر رہا ہوں۔ اس کا بدیہی نتیجہ قیصریت اور شہنشاہیت کی تباہی ہے۔

دوستو! وقت کے فرعونوں کی بھی نفی کرو۔ دنیادار سرمایہ داروں کی بھی نفی کرو لا تسئل الناس شیئا۔ غیر اللہ سے کچھ نہ مانگو۔ نہ مردوں سے مانگو' نہ زندوں سے کچھ مانگو۔

حضرت عبدالقادر جیلانیؒ فتوح الغیب میں توحید بیان فرماتے ہیں

مادمت قائما مع الخلق راضیا لعطایاھم مترددا الی ابوابھم انت مشرک باللہ خلقہ

"جب تک تو مخلوق کے سہارے لیتا ہے ۔ زندوں کے سہارے لیتا ہے اور مردوں کے سہارے لیتا ہے' جب تک ان کی جیب پر تمہاری نظر ہے' جب تک ان کی بخشش اور نوال کی آس لگائے بیٹھا ہے' جب تک ان کے دروازوں پر تو دھکے کھا رہا ہے' تو اللہ کے ساتھ ان کو شریک ٹھہرا رہا ہے۔

محمد علی جوہرؒ توحید بیان فرماتے ہیں۔

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے

اور سلطان باہوؒ فرماتے ہیں

چو تیغ لا بدست آری بیا تنہاچہ غم داری
مجواز غیر حق یاری کہ لا فتاح الا ہو

"جب لا کی تلوار تیرے ہاتھ میں ہے تو حق کے سوا کسی کا سہارا نہ لو کہ اس کے سوا کوئی مشکل کشا نہیں۔"

اور شیخ شیرازؒ سے توحید سنئے

موحد کہ درپائے ریزی زرش
وگر تیغ ہندی نئی برسرش
امید و ہراسش نہ باشد زکس
ہمیں است بنیاد توحید و بس

"موحد وہ ہے جس کے قدموں میں تم سونے کے انبار لگادو' مگر اس کی رال نہ ٹپکے' جس کے سر پر آرا لگادو' لیکن اللہ کے سوا کسی کا خوف اس کے دل میں نہ ہو"

توحید اور ادب یکجا کرو

دوسری بات یہ عرض کرتا ہوں کہ موحد ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آدمی بے مہار ہو

جائے۔ رسیاں تڑا بیٹھے' بے ادب اور گستاخ ہو جائے' اہل اللہ کی شان میں گستاخیاں کرے' محسنوں کا گریباں پھاڑے اور سمجھے کہ میں توحید کے تقاضے پورے کر رہا ہوں۔

دوستو! میرا کام مرض کی تشخیص اور اس کا علاج ہے۔ گو مریض تڑپے' چلائے' ناک بھوں چڑھائے۔ مشفق ڈاکٹر وہ ہے جو حلق میں دوا انڈیل دے۔ آج تم کسمساؤ گے' مضطرب ہو ہو کے زانو بدلو گے' مگر کچھ عرصے کے بعد تم مجھے دعا دو گے اور کہو گے کہ بات ٹھیک کہہ گیا تھا۔ جب مریض شفایاب ہو جاتا ہے تو کڑوی دوا کھلانے والے کو بھی دعا دیتا ہے۔

دوستو! کچھ حدیثیں ایک مسجد میں بیان ہوتی ہیں۔ کچھ دوسری مسجد میں بیان ہوتی ہیں اور کچھ ایسی بھی ہیں جو کہیں بیان نہیں ہوتیں' اس لئے کہ ان کا بیان کرنا فرقہ وارانہ مصلحتوں کے منافی سمجھتے ہیں۔

دوستو! احادیث میں تو یہ بھی لکھا ہے کہ

"اذا تکلم اطرق جلساہ کانما علی رووسھم الطیر"

جب حضور ﷺ گفتگو فرماتے تو آپ کے پاس بیٹھنے والے گردنوں کو جھکا لیتے تھے اور حرکت نہ کرتے تھے۔ یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان کے سروں کے اوپر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں۔ یعنی حرکات فاضلہ نہ کرتے تھے۔ فالتو حرکت سے بھی اجتناب کرتے تھے۔ فالتو حرکت کو بھی خلاف ادب جانتے تھے۔

دوستو! یہ بھی تو صحیح بخاری میں لکھا ہے کہ عروہ بن مسعود صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا' تو ساتھیوں سے کہا کیا عجب منظر دیکھا ہے وہاں

انہ لا یتوضا الا ابتدروا وضوہ

وہ جب وضو کرتے ہیں تو ان کے وضو کا پانی زمین پر نہیں گرتا ہے۔ لوگ تبرکاً اور تیمناً اسے جسم پر ملتے ہیں۔

ولا یبصق بصاقا الا تلقوہ باکفھم

اور ان کا لعاب دہن بھی گرتا ہے تو صحابہ ؓ کے ہاتھوں پر گرتا ہے

ولا تسقط منہ شعرہ الا ابتدروھا

ان کا کوئی بال بھی گرتا ہے تو صحابہ ؓ اس پر لپکتے ہیں۔

قرآن مجید پڑھ کر دیکھیں کہ وہ شخصیتیں جو اللہ کی ربوبیت کی مظہر ہیں اور انسان کی تربیت کرتی ہیں' ان کا ادب ملحوظ رکھنے کی کس شدت سے تلقین کی گئی ہے۔ آپ دیکھیں کہ والدین جسمانی تربیت کرتے ہیں' ان کے متعلق فرمایا

ولا تقل لھما اف ولا تنھرھما وقل لھما قولا کریما

دیکھو انہیں کبھی یہ بھی نہ کہنا کہ 'تف' ہے تم پر۔ یہ میری ربوبیت کے مظہر ہیں۔ ان کے ذریعے سے میں تمہاری تربیت کر رہا ہوں۔ ان کو کبھی نہ جھڑکنا ان سے جب بات کرو تو بات کو جانچ لیا کرو۔

روحانی تربیت حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی ذات گرامی کے ذریعے سے کی گئی۔ ان کے بارے میں حکم ہوا۔

یا یھا الذین امنوا لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجھروا لہ بالقول کجھر بعضکم لبعض ان تحبط اعمالکم وانتم لا تشعرون

"اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو پیغمبر ﷺ کی آواز سے اونچا مت ہونے دو اور ان کے ساتھ یوں بے تکلفی سے بلند آواز سے بات مت کیا کرو جیسا کہ آپس میں کر لیا کرتے ہو' ورنہ میں تمہارا پورا اعمالنامہ غارت کر دوں گا یعنی میں تمہاری عبادتوں اور ریاضتوں کو لے کے کیا کروں' اگر میرے حبیب سے بات کرنے کا تمہیں سلیقہ نہیں۔

دوستو!

ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

شاہ اسماعیل شہیدؒ کے حالات "ارواح ثلاثہ" میں دیکھ رہا تھا۔ وہ اپنے شیخ سید احمد شہیدؒ کی معیت میں حج کرنے کے بعد جب واپس آئے تو لکھنؤ میں اطلاع ملی کہ حضرت شاہ عبدالعزیزؒ انتقال فرما گئے ہیں۔ شاہ عبدالعزیزؒ 'سید احمد شہیدؒ کے شیخ تھے۔ سید احمد شہیدؒ حضرت شاہ صاحب کے عاشق تھے۔ یہ خبر سن کر سید احمد شہیدؒ بے قرار ہوئے اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ سے کہا' فوراً" دہلی جاؤ اور معلوم کر کے آؤ کہ کیا سچ مچ میرے شیخ دنیا سے رخصت ہو گئے ہیں اور شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کو اپنا ذاتی گھوڑا دیا۔ حضرت شاہ صاحب تمام راستہ گھوڑے کی بھاگیں تھامے ہوئے پیدل چلتے رہے' لیکن گھوڑے کی اس زین پر بیٹھنے کی ہمت نہ ہوئی جس پر ان کے شیخ بیٹھے تھے۔ آپ نے دیکھا کہ

حضرت شاہ صاحب کس قدر باادب آدمی تھے کہ اس زمین پر بیٹھنا بھی سوئے ادب سمجھا جس پر ان کے شیخ بیٹھے تھے۔ "ارواح ثلاثہ" ہی میں لکھا ہے کہ سید احمد شہیدؒ کی موجودگی میں شاہ اسمٰعیل شہیدؒ تقریر نہ کرتے تھے، خاموش بیٹھے رہتے کہ میرے شیخ بیٹھے ہیں ان کی موجودگی میں کیا کہوں۔
بعض لوگوں نے حضرت شاہ صاحب کی کتاب تقویۃ الایمان" ہی پڑھی ہے، کبھی صراط مستقیم بھی دیکھو، کبھی عبقات بھی پڑھو، وہ تو بہت لطیف آدمی تھے۔ وہ تجلیات سے آگاہ، وہ انوار سے آگاہ، سلوک کے مقامات سے آگاہ، خدا کی محبت اور معرفت کے تمام رموز سے واقف، ان کی شخصیت میں توحید وادب یکجا ہو گئے تھے۔ توحید وادب کا یکجا ہونا تکمیل کی علامت ہے۔
حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مکتوبات دیکھ رہا تھا۔ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے صاحبزادوں کو خط لکھتے ہیں۔

ایں فقیر از سر تا پا غرق احسان ہائے والد شما است

یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد کے احسانات میں ڈوبا ہوا ہے۔
ایک خط میں خواجہ باقی باللہؒ کے صاحبزادوں کو لکھتے ہیں۔
"اگر مدت العمر سر خود را پائمال اقدام خدمہ عتبہ علیہ شما کردہ باشم ہیچ نکردہ باشم"
فرماتے ہیں "آپ کے مجھ پر اتنے احسانات ہیں کہ اگر آپ کے آستانے کے خادموں کی عمر بھر خدمت کرتا رہوں تو پھر بھی آپ کا حق تو ادا نہ ہو سکے گا۔"
دوستو! بھاگ تو ایسے لوگوں کو ہی لگتے ہیں اور جو اپنے محسنوں کے قاتل ہوں، جو اپنے محسنوں کو ذبح کریں، وہ سرسبز کیوں کر ہو سکتے ہیں، یہودی بھی یہی کیا کرتے تھے جو لوگ ان کے محسن تھے، ان کے مربی تھے، جنہوں نے زندگیاں ان کی تربیت کے لئے وقف کر رکھی تھیں، ان ہی کو اپنا دشمن جانتے تھے، ان کے گریبان پھاڑتے تھے اور ان ہی کے قتل کے درپے تھے۔

یقتلون النبین بغیر الحق

"ناحق پیغمبروں کو قتل کیا کرتے تھے"
اس جرم کی پاداش میں ان پر اللہ کی لعنتیں برسیں اور وہ مغضوب ہوئے۔

ضربت علیھم الذلہ والمسکنتہ وباء وابعضب من اللہ

دوستو! یہ فقرہ غور سے سنیں موحد ہوتے ہوئے مودب ہونا اور مودب ہوتے ہوئے موحد

ہونا بہت بڑی سعادت ہے۔ کچھ لوگوں کو توحید کی شدبد ہوتی ہے تو ادب کی لطافتوں اور باریکیوں سے محروم ہوتے ہیں اور کچھ لوگوں کو ادب کی شدبد ہوتی ہے تو توحید کے معارف سے محروم ہوتے ہیں۔ مودب ہوتے ہوئے موحد ہونا اور موحد ہوتے ہوئے مودب ہونا' یہ بہت بڑی سعادت ہے دوستو اور میں اللہ سے اس سعادت کی بھیک مانگتا ہوں۔

آئین محمدی ﷺ کا نفاذ

اگلی بات یہ عرض کرتا ہوں کہ شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا یہ مشن تھا کہ اس خطہ زمین پر آئین محمدی ﷺ کو نافذ کریں۔ اے کاش! کہ تم اسے اپنا مشن بناؤ۔ محض چند فروعی اور اختلافی مسائل پر اپنی تمام توانائی کو غارت کر دینا اور احیائے دین اور آئین محمدی ﷺ کے نفاذ کے کام سے یکسر غافل ہونا' میں جرم عظیم سمجھتا ہوں۔

اے کاش کے آئین محمدی ﷺ کے نفاذ کے اس عظیم مقصد کو تم اپنے پیش نظر رکھو اور اس کے لئے مسلسل تگ و دو کرو۔ جس کے لئے شاہ اسمٰعیل شہیدؒ اور سید احمد شہیدؒ نے اپنی جان تک کو نچھاور کر دیا تھا۔

دوستو! ہمیں اپنا محاسبہ کرنا چاہیے۔ وہ لوگ بہت اچھے ہوتے ہیں جو اپنا احتساب کرتے ہیں' جو اپنی گھات میں بیٹھ کر اپنی چوریاں پکڑتے ہیں۔

خواہی اگر کہ عیب تو روشن شود ترا
یکدم منافقانہ نشین در کمین خویش

ہم جو اتباع سنت پر اس قدر زور دیتے ہیں تو کیا سچ مچ سنت کی پیروی ہمارا شعار ہے؟ کیا چند فروعی مسائل پر جھگڑنا اتباع سنت ہے؟

اطاعت امیر

آپ غور کیجئے کہ احادیث میں اطاعت امیر پر کس قدر زور دیا گیا ہے جماعتی نظم و ضبط کو برقرار رکھنے اور امیر کی اطاعت و انقیاد کی کس شدت سے تلقین کی گئی ہے۔

آپ ﷺ نے فرمایا

من يطع الامير فقد اطاعني ومن يعص الامير فقد عصاني

جو امیر کی اطاعت کرتا ہے' وہ حقیقت میں میری اطاعت کرتا اور جو امیر کی نافرمانی کرتا ہے' وہ

حقیقت میں میری نافرمانی کرتا ہے۔ کچھ لوگ امیر کو بھینگی آنکھ سے دیکھنے کے عادی ہوتے ہیں' اس لئے یہ بھی فرمادیا۔

اسمعوا واطیعوا ولو استعمل علیکم عبد حبشی

دیکھو! امیر کی بات مانو' اگرچہ تم پر کالا بھجنگ حبشی غلام ہی کیوں نہ مقرر کر دیا جائے۔

آپ غور کریں آپ کس طرح مجلس شوریٰ میں امیر منتخب کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ باہر سے امیر آپ پر ٹھونس دیا جاتا ہو اور آپ دولتیاں جھاڑیں کہ یہ کہاں سے آگیا ہے۔ پچھلے پچیس برسوں سے تو میں دیکھ رہا ہوں کہ خود امیر بناتے ہیں اور پھر خود ہی اس کے خلاف سازشیں کرتے ہیں' خود اس کی ٹانگیں کھینچتے ہیں' خود اس کی تذلیل و تحقیر کرتے ہیں۔

دوستو! یہ کتنی بڑی نحوست ہے یہ تو ہم نے اسلام کی عمارت کی بنیادوں کو ڈھادیا۔ تم کونسے اتباع سنت کا ذکر کرتے ہو۔ یہ خلفشار' یہ انتشار' یہ انارکی' یہ طوائف الملوکی کہ ہر شخص خاک اڑا رہا ہے۔ امیر کے سر پر بھی خاک پڑی ہوئی ہے' سب کے چہرے لتھڑے ہوئے ہیں' سب کے سروں پر خاک پڑی ہوئی ہے۔

فما لھولا القوم لا یکادون یفقھون حدیثا

دوستو! کچھ لوگ تو ویسے ہی باغی ہوتے ہیں اور کچھ جماعت کے اندر رہ کر بھی امیر کو معطل کیے رہتے ہیں اور حکم اپنا چلاتے ہیں۔ وہ بھی اللہ اور اسکے رسول ﷺ کی نظر میں سنگین مجرم ہیں۔ یہ جماعت کے اندر رہتے ہوئے امیر کو معطل کیے رکھتے ہیں اور اسے الو بنا کر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔ یہ فریب اور دھاندلی ----- یہ کیا زندگی ہے جو تم بسر کر رہے ہو؟ یاد رکھو! جب تک جماعت کے تمام افراد امیر پر اس طرح جانیں نہ چھڑکیں جس طرح پتنگے شمع دان پر گرتے ہیں' اسلام کے جماعتی نظام کی ابجد ہوز بھی سیدھی نہیں ہوتی۔

یہ دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف حسد اور بغض کا ہونا۔ یہ اڑنگا پٹخنی' یہ دھول دھپا اور دھینگا مشتی۔ کیا یہ دینی زندگی ہے؟

بزرگوں کی تصنیفات

دوستو! ہمارے بزرگوں کی تصنیفات کو دیمک چاٹ رہا ہے۔ ہم میں کوئی نہیں جو ان بزرگوں کے حالات زندگی کو ضبط میں لائے۔ عظیم شخصیتیں تمہارے ہاں گزری ہیں۔ لوگوں نے

اپنے بزرگوں کے خادموں کے حالات زندگی بھی لکھ ڈالے۔ تم کو کیا ہوا کہ جن لوگوں نے ساٹھ ساٹھ سال تک تمہاری بے لوث خدمت کی' ان پر قلم اٹھانے کے لئے تمہارے پاس وقت نہیں ہے۔ تمہیں الیکشن لڑنے اور ہارنے کا ایسا چسکا پڑ گیا ہے کہ اور کسی بات کا تمہیں ہوش باقی نہیں رہا۔ تمہاری درسگاہیں بنجر ہو گئیں' بانجھ ہو گئیں۔ ان درسگاہوں سے اب کوئی مولانا ثناء اللہ" پیدا نہیں ہوتے' کوئی مولانا ابراہیم سیالکوٹی" پیدا نہیں ہوتے۔ کوئی داؤد غزنوی" پیدا نہیں ہوتے' نہ اہل قلم پیدا ہوتے ہیں' نہ مبلغ پیدا ہوتے ہیں' نہ مقرر پیدا ہوتے ہیں' نہ محقق پیدا ہوتے ہیں اور یہ باتیں تمہیں غور کی دوستو۔ تم دن رات اکھاڑ پچھاڑ میں لگے رہتے ہو۔ یہ کیا زندگی ہے جو تم نے اختیار کر رکھی ہے۔ آہ! کس قدر درد ہے میرے سینے میں جس کا اظہار کر رہا ہوں اور اس تلخ نوائی کے لئے آپ سے معذرت چاہتا ہوں۔

مرکزیت نہ ہو تو خلفشار ہے' انتشار ہے

امام اسے بناؤ جسے روح کی گہرائیوں سے پیار کرو۔ چند برس پہلے بھی میں یہاں آیا تھا اور اپنی باتیں کہہ گیا تھا' مگر تمہارے سینوں میں دل نہیں' پتھر ہیں جن سے میری آواز ٹکرا کے لوٹ آئی ہے۔

تم نے اعراض ہی نہیں کیا' تم نے جعلوا اصابعهم في اذانهم واستغشوا ثيابهم واصروا واستكبروا استكبارا کی تمام سنتیں پوری کر دیں۔

اللہ کا ذکر کثرت سے کرو

ایک نصیحت تمہیں اور کرتا ہوں۔ روزانہ کچھ وقت اللہ اللہ بھی کیا کرو' میں نے بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ وہ ہر وقت جدل و بحث ہی میں لگے رہتے ہیں اور اللہ کے ذکر سے یکسر غافل ہیں۔ ہمارے اسلاف تو ایسے نہ تھے' وہ سب ذاکر تھے۔ ان کی زبانیں ذکر سے نہ رکتی تھیں۔ شیخ شمس الحق ڈیانوی' غاية المقصود کے مقدمے میں حضرت عبداللہ غزنوی" کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

كان مستغرقا في ذكر الله في جميع احيانه

وہ آٹھوں پہر چونسٹھ گھڑی اللہ کے ذکر میں ڈوبے رہتے تھے۔ شیخ لکھتے ہیں

وكان لحمه وعظامه واعصابه واشعاره متوجها الى الله فاينا في ذكر الله

"ان کا گوشت' ان کی ہڈیاں' ان کے پٹھے' ان کا ہر ہر بن مو اللہ کی طرف متوجہ رہتا تھا اور

اللہ کے ذکر میں فنا ہو گیا تھا"

یہ تھے ہمارے اسلاف، ہم تو دنگا فساد اور لڑائی جھگڑے میں پڑ گئے۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کی کھلی اڑا رہا تھا اور اس پر پھبتی کس رہا تھا کہ تمہارا درود غیر مسنون ہے اور تم بدعتی ہو۔ میں نے اسے کہا کہ بھائی آج جمعہ تھا خود تم نے کتنا درود پڑھا' یہ تو تم نے کہا اس نے غلط درود پڑھا' مگر تمہاری اپنی زبان بھی تو ساکت وصامت تھی۔ مسنون درود پڑھنے کی آج ایک بار بھی تمہیں توفیق نہ ہوئی۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا

اکثروا علی الصلوہ یوم الجمعتہ

جمعہ کے دن مجھ پر درود کثرت سے بھیجا کرو۔

ہم پر کیسی غفلت طاری ہوئی۔ جمعہ کے دن ہم نے درود پڑھنا بھی چھوڑ دیا۔ مولانا عبد الواحد غزنوی ؒ کی عجیب کیفیت ہوتی تھی جمعہ کے دن ان کی زبان درود سے رکتی نہ تھی۔ ان کی ایک عزیزہ جو ابھی زندہ ہیں اور معمر خاتون ہیں' مجھ سے ذکر کیا کہ ایک جمعہ کو عصر کے وقت میں مولانا عبد الواحد غزنوی ؒ سے پوچھ بیٹھی کہ آپ نے میری فلاں چیز بازار سے منگوالی ہے؟ انکا چہرہ متغیر ہو گیا۔ کہنے لگے تم کو کیا ہو گیا ہے دیکھو ساری کائنات میں حضور ﷺ کے عاشقوں کے درود فرشتے مدینہ منورہ لے جا رہے ہیں۔ تم دنیا کی باتیں کر رہی ہو' درود پڑھو خدا کے لئے۔ یہ ہمارے اسلاف تھے دوستو! ہم کو کیا ہو گیا صرف تخریب' صرف خاک اڑانا ہمارا کام رہ گیا۔

ہاں تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ کچھ وقت روزانہ اللہ اللہ کیا کرو۔ خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اس دنیا میں اللہ کے ذکر سے بڑھ کر کوئی لذت نہیں۔ دنیا کی تمام لذتیں ذکر کی لذت کے سامنے ہیچ ہیں۔ ایک فقیر کہتا ہے۔

اندر بوٹی مشک مچایا جان پھلن پر آئی ہو

"میرا سینہ ذکر سے مہک اٹھا ہے۔ میں آپے سے باہر ہوا جاتا ہوں" اور خاقانی کہتا ہے

پس از سی سال ایں نکتہ محقق شد بہ خاقانی
کہ یکدم باخدا بودن بہ از ملک سلیمانی

"تیس سال میں لذت کی تلاش میں پھرتا رہا۔ تیس سال کے بعد یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچی کہ ایک لحہ اللہ کی معیت میں گزار دینا تخت سلیمانی کے ہاتھ آنے سے بھی بہتر ہے"

دوستو! اللہ کا ذکر بڑی چیز ہے اور یہ بات بھی پلے باندھو کہ لذت آئے یا نہ آئے اس کے ذکر میں لگا رہنا چاہئے۔ جو آدمی لذت آئے تو ذکر کرتا ہے اور نہ آئے تو نہیں کرتا' وہ لذت پرست ہے' خدا پرست نہیں ہے۔ میرے ایک بزرگ کہا کرتے تھے۔

یا بم اورایا نیا بم جستجوئے میکنم
حاصل آید یانیاید آرزوئے میکنم

"میں اس کی جستجو میں لگا رہتا ہوں۔ اسے حاصل کر سکوں یا نہ کر سکوں' یہ کیا کم ہے کہ اپنی تمنا کا چراغ اس نے میرے سینے میں جلا دیا ہے' اپنی آرزو سے میرے سینے کو آباد کر دیا ہے۔ یہ کرم کچھ کم ہے' جو اس نے مجھ پر کیا ہے۔"

دوستو! فراق ہو یا وصل ہو۔ کیف ہو یا بے کیفی ہو۔ قبض ہو یا بسط ہو۔ اس کے آستانے پر جم کر بیٹھے رہو اور اللہ اللہ کرتے رہو۔

فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب
کہ حیف باشد از وغیر او تمنائے

"فراق اور وصل کیا چیز ہے؟ دوست کی رضا مانگو۔ حیف ہے جو اس سے اس کے سوا کسی اور کی آرزو کرو"

اگر ذاکر ہر وقت کیف اور لذت کی حالت میں رہے تو اس میں غرور اور کبر پیدا ہو جائے اور ابلیس کی طرح راندہ درگاہ ہو۔ یہ بے کیفی بھی اسی کی ربوبیت ہے کہ اس بے کیفی کی حالت میں انسان کو اپنی اوقات معلوم ہوتی ہے اور اس میں عجز و نیاز پیدا ہوتا ہے۔

بدرو وصاف ترا حکم نیست دم درکش
ہرآنچہ ساقی ما ریختعین الطاف است

"تم دم سادھے رہو اور ساقی سے مت کہو کہ مجھے تلچھٹ پلاؤ یا مے صافی دو۔ ساقی کی شفقت پر ایمان لاؤ وہ جو کچھ تیرے پیالے میں ڈالتے ہیں عین لطف و کرم ہے"

یہ فراق اور وصل کی منزلیں' یہ بڑے لوگوں کی باتیں ہیں۔

ایک عارف کہتا ہے

ہمینم بس کہ داند ماہ رویم
کہ من نیز از خریداراں اویم

"فرماتے ہیں کہ میں تو اسی بات پر وجد میں ہوں کہ میرا محبوب جانتا ہے کہ میں بھی اس کے طلب گاروں میں ہوں۔ اصل بات اس کے آستانے پر جم کر بیٹھنا ہے" اور اس کے ذکر میں لگے رہنا ہے۔ غالب کہتا ہے۔

اس فتنہ خو کے در سے اب اٹھتے نہیں اسد
اس میں ہمارے سر پہ قیامت ہی کیوں نہ ہو

دیکھو۔ غالب رند ہو کر کیسی استقامت کی بات کہہ گیا۔ تف ہے ہم پر اللہ کے عاشق ہونے کا دعویٰ کریں اور اتنی استقامت بھی نہ دکھلا سکیں۔

امام احمد بن حنبلؒ کے صاحبزادے فرماتے ہیں کہ امام صاحب تہجد کے وقت دعا فرماتے تھے۔

رحم اللہ ابا الھیثم

یا اللہ تو ابوالہیثم پر رحم فرما

مجھے بڑا رشک آیا کہ یہ کون ہے جس کے لئے اس قدر الحاح اور عاجزی سے دعا فرماتے ہیں۔ ایک دن جرات کر کے پوچھ لیا کہ یہ ابوالہیثم کون ہے۔ فرمایا "جب مجھے درے لگنے والے تھے اور مجھے جیل خانے کی طرف لے جا رہے تھے اور ضمیر فروش مولویوں نے آ کر مجھے تحریفیں کر کے آیتیں سنائیں اور کہا کہ کس نے اتنی ضد اور ہٹ کی ہے اے احمد، جو تم کر رہے ہو۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ میں بھی کچھ ڈانواں ڈول ہونے لگا تھا۔ اس وقت ایک ڈاکو میرے سامنے آیا جس کا بازو کٹا ہوا تھا' اس نے کہا احمد میں ڈاکہ زنی کی پاداش میں کئی بار جیل جا چکا ہوں میں جب رہا ہوا سیدھا ڈاکہ ڈالنے کے لئے گیا۔ میرا ہاتھ کاٹ دیا گیا پھر بھی ڈاکہ ڈالتا رہا۔ اب میرا بازو کاٹ دیا گیا ہے اور میں اب پھر ڈاکہ ڈالنے کے لئے جا رہا ہوں۔ اس نے کہا احمد! میری یہ استقامت شیطان کے راستے میں ہے۔ حیف ہے تجھ پر اگر اللہ کے راستے میں اتنی بھی استقامت نہ دکھا سکو۔ امام احمدؒ کہتے ہیں کہ یہ سن کر میں استقامت کا پہاڑ بن گیا۔ اسی کے لئے دعا کرتا ہوں

رحم اللہ ابا الھیثم

سودا قمار عشق میں خسرو سے کوہ کن
بازی اگرچہ پا نہ سکا سر تو کھو سکا

کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے رو سیاہ! تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

پس اس کے آستانے پر جم کر بیٹھنا' اس کی غلامی پر ناز کرنا۔ توحید و ادب کو یکجا کرنا' مرکزیت کو قائم کرنا' اپنے بزرگوں کی تصنیفات کو زندہ کرنا اور اپنی درسگاہوں سے جو بانجھ ہو گئی ہیں' جو بنجر ہو گئی ہیں' ازکاسی کا سامان کرنا۔ یہ ہیں کام کرنے کے دوستو۔ اس بات کے لئے سر جوڑ کر بیٹھنا کہ ازکاسی کیسے ہو گی' درسگاہوں سے اہل قلم کیسے نکل سکتے ہیں' مبلغ کیسے پیدا ہو سکتے ہیں' مقرر کیوں کر پیدا کئے جائیں ورنہ قحط ہو تا چلا جائے گا دوستو۔ نہ کوئی اہل قلم ملے گا' نہ مقرر ملے گا' نہ محدث ملے گا۔ بانجھ ہوتی چلی جائے گی یہ زمین اگر تم الیکشنوں میں لگے رہے دوستو! یہ باتیں ہیں کرنے کی۔ مرکزیت کو قائم کرنا۔ روح کی پوری گہرائیوں سے اس کے ساتھ وابستگی کو محسوس کرنا۔ جو شخص اللہ اللہ نہیں کرتا ہے اس کے دل کا کھوٹ نہیں جاتا ہے۔ اس کو مرکز کے ساتھ وہ وابستگی نہیں ہو سکتی ہے جو اللہ والوں کو اپنے مرکز سے ہوتی ہے۔

یاد رفتگاں

یہ درسگاہ حضرت صوفی عبداللہ صاحب نور اللہ مرقدہ کی یادگار ہے۔ وہ کس قدر اللہ اللہ کیا کرتے تھے۔ اللہ نے انہیں کیسی عزت بخشی۔ تم الیکشن لڑ لڑ کر ذلیل ہوئے وہ اللہ کے ذکر میں فنا ہو کر معزز ہوئے۔ حضرت صوفی صاحب کا ذکر کرتے ہوئے دل پر عجب کیفیت طاری ہے۔ مجھے یاد ہے کہ پچھلی مرتبہ جب میں یہاں تقریر کرنے لگا تو اس وقت کوئی اور صاحب جلسے کی صدارت کر رہے تھے۔ صوفی صاحب غلبہ حال میں بھاگے ہوئے آئے اور صاحب صدر سے منت کی کہ اب میں صدارت کروں گا۔ کرسی صدارت پر بیٹھ گئے اور ان پر جذب کی حالت طاری تھی۔ میں گفتگو کر رہا تھا اور ان کا چہرہ تمتما رہا تھا۔

اس رخ آتشیں کی شرم سے رات
شمع مجلس میں پانی پانی تھی

حضرت صوفی صاحب بیمار ہوئے تو انکی عیادت کے لئے میں لاہور سے لائلپور آیا۔ انہوں نے میرے ساتھ مل کر دعا کی اور بہت دیر تک دعا کرتے رہے۔ یہ میری خوش بختی ہے کہ حضرت سید مولانا بخش کرموی "بھی وہاں موجود تھے۔ ان کے ساتھ الگ بیٹھ کر دعا مانگنے کا شرف بھی مجھے حاصل

ہوا۔ یہ آخری دعا تھی جو حضرت کرموی ؒ نے میرے ساتھ مانگی۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ ان کے ساتھ میری یہ آخری دعا ہے تو میں دعا کو اور لمبا کرتا۔

جب حرمین سے واپسی ہوئی تو جدہ میں حضرت صوفی صاحب ؒ کے ساتھ دو منٹ کے لئے ملاقات ہوئی۔ خیریت پوچھی اور پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ یہ آخری دعا تھی جو حضرت صوفی صاحب کے ساتھ میں نے مانگی اور مجھے علم نہیں تھا کہ وہ میرے ساتھ آخری دعا مانگ رہے ہیں۔

دیکھئے! یہ قافلہ کس تیزی سے رخصت ہو رہا ہے۔ حضرت صوفی صاحب رخصت ہوئے' حضرت کرموی رحلت فرما گئے۔ مولانا عبداللہ روڑی والے بھی وفات پا گئے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہیں کسی عہدے کی ہوس نہ تھی اور اس کے باوجود عہدوں کی ہوس کرنے والوں سے زیادہ معزز تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جو مثبت انداز میں دین کا کام کرتے رہے۔ یہ وہ لوگ تھے جو اپنے مشن میں فنا ہوئے' یہ وہ لوگ تھے جن کے بارے میں قرآن کہتا ہے۔

تلک الدار الاخرہ نجعلھا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا

"آخرت کا گھر ہم نے ان لوگوں کے لئے مختص کر دیا ہے جو روئے زمین پر منصب کی بلندی اور فساد نہیں چاہتے ہیں"

آپ نے غور فرمایا کہ اس آیت میں لفظ علوا استعمال کیا اور اب تو ہر شخص کو یہ لت پڑی ہے کہ وہ ناظم اعلیٰ ہو اور اعلیٰ کا لفظ بھی علو سے ہے اور یہ وہی بیماری ہے جس کا قرآن ذکر کر رہا ہے۔ جن لوگوں کو ناظم اعلیٰ بننے کی ہوس ہے وہ "یریدون علوا" کے زمرے میں شامل ہیں اور جو اڑنگا پٹخنی اور دھینگا مشتی میں لگے ہیں۔ وہ فسادا کے زمرے میں شامل ہیں۔ یاد رکھو جو اپنے آپ کو اللہ کی راہ میں فنا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بقا بخشتے ہیں' اس کو سچی اور دائمی عزت عطا فرماتے ہیں۔

آیئے! ہم اب سب مل کر دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان سب کی قبروں کو نور سے بھر دے اور جو باتیں ہم نے کہی ہیں' ان پر مجھے اور آپ کو عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) (ماخوذ از تقاریر و خطبات)

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوہ والسلام علی سید المرسلین

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے اغراض و مقاصد

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدی)

توکل علی اللہ اور اطمینان قلب

میرے پیارے بھائیو! اب آپ کی خدمت میں مجھے اپنی طرف سے بھی چند گزارشات جو سلسلہ کی تعلیم سے ہی متعلق ہیں، پیش کرنی ہیں تاکہ ہمارے اخلاق و کردار مزید اچھے ہو جائیں اور ان میں اولیاء اللہ اور فقراء کا رنگ جھلکتا نظر آنے لگے۔ ہم سب اس حقیقت کو دل سے تسلیم کرتے ہیں کہ اللہ کے حبیب ﷺ کا کامل اتباع کیے بغیر اللہ کی محبت اور اس کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا۔ شریعت کی ظاہری پابندی کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کے باطنی اوصاف کا اتباع بھی نہایت اہم ہے۔ آپ کا باطنی اتباع یہ ہے کہ اللہ کی ذات پر کامل توکل کرتے ہوئے شیوہ تسلیم و رضا اختیار کیا جائے۔ ہر مشکل اور ہر مصیبت میں اللہ کی قدرت اور تائید و نصرت کے بھروسہ پر دل کا مطمئن رہنا توکل علی اللہ کا شیریں ثمرہ ہے اور اس کے بغیر ایمان کامل ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے۔ **وعلى الله فتوكلوا ان كنتم مومنين** (المائدہ 23) یعنی "اللہ ہی پر توکل رکھو اگر تم مومن ہو" اسی طرح سورہ یونس کی آیت 84 میں فرمایا **وقال موسى يقوم ان كنتم امنتم بالله فعليه توكلوا ان كنتم مسلمين** "اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے بھائیو! اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو تو اس پر توکل بھی رکھو، اگر تم اطاعت گزار ہو"۔ ان آیات سے یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اس کی تمام صفات اور اس کی قدرت اور طاقت پر توکل اور بھروسہ کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر مومن میں اعلیٰ درجہ کی ایمانی، اخلاقی اور روحانی طاقت پیدا ہو سکتی ہے نہ ہی اطمینان قلب اور دائمی مسرت جیسی لازوال دولت ہی ہاتھ لگ سکتی ہے۔ ایک مومن اس بات پر یقین رکھتا ہے کہ تقدیریں بنانے اور بگاڑنے والا اللہ کے سوا اور کوئی نہیں ہے۔ زندگی، موت، عزت، ذلت، صحت بیماری، سکھ دکھ، امیری غریبی سب اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ اسے سورہ التوبہ کی اس آیت کی صداقت پر پورا یقین ہوتا ہے **قل لن يصيبنا الا ما كتب الله لنا هو مولنا وعلى الله فليتوكل المومنون** "آپ ﷺ مومنین سے کہہ دیجئے کہ

ہمیں کوئی مصیبت آ ہی نہیں سکتی مگر وہی جو اللہ نے ہمارے لئے لکھ رکھی ہے۔ وہ ہمارا آقا ہے اور اللہ ہی پر مومنوں کو توکل رکھنا چاہئے" ولیس بضارھم شیا الا باذن اللہ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون (المجادلہ 10) "کفار انہیں اللہ کے اذن کے سوا کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ مومنوں کو چاہئے کہ اللہ ہی پر توکل رکھیں" یعنی سب کچھ اللہ ہی کی مرضی سمجھتے ہوئے خوشی سے برداشت کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جو اللہ پر توکل کرتا ہے تو پھر اللہ ہی اس کو کافی ہے (الطلاق 3)۔ اس لئے مومن اپنی تمام آرزوئیں اور امیدیں اللہ کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے اور اس کے سوا کسی چوکھٹ کی طرف اس کی نظر اٹھتی ہی نہیں۔ جیسے جیسے نماز اور کثرت ذکر کی برکت سے اللہ کے ساتھ اس کا تعلق بڑھتا ہے ویسے ہی اللہ پر اس کا توکل بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ قرآن میں جابجا ایمان باللہ اور توکل علی اللہ کا ذکر آپ کو ساتھ ساتھ ملے گا۔ توکل علی اللہ ہی وہ محفوظ قلعہ ہے جس میں داخل ہو کر بندہ مومن شرک جیسے ظلم عظیم اور شیطان جیسے عدو مبین سے پناہ میں آ جاتا ہے۔ قرآن مجید میں شیطان کے بارے میں ارشاد ہوا ہے۔

انہ لیس لہ سلطن علی الذین امنوا وعلی ربھم یتوکلون (النحل 99)

"شیطان کا زور ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں"۔ اور متوکل فقیر اس بات پر بھی ایمان رکھتا ہے کہ اللہ ان مصائب کے ذریعے مجھے تکلیف دینا نہیں چاہتا بلکہ ان آزمائشوں کے ذریعے میرے اندر اعلیٰ اوصاف پیدا کرنا چاہتا ہے تاکہ اپنی نعمتوں کی تکمیل کر سکے۔ جس طرح فوج کے زیر تربیت افسران اپنی ٹریننگ کے دوران کڑی سے کڑی مشقت کمشن ملنے کی امید میں خوشی خوشی برداشت کرتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ہمیں کسی غلطی کی سزا دینے کی خاطر ان کٹھن مرحلوں سے نہیں گزارا جا رہا بلکہ ہماری شخصیتوں کو ایک خاص سانچے میں ڈھالنے کے لئے خصوصی مشکلات پر مشتمل یہ تربیتی کورس مرتب کیا گیا ہے۔ اس کے بغیر وہ مطلوبہ اہلیت جو ملکی دفاع کی اہم ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے ناگزیر ہے ہمارے اندر پیدا ہی نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح ایک مومن بھی راہ سلوک میں پیش آنے والی ہر مصیبت کو اللہ کی نعمت جانتے ہوئے ہر حال میں خوش رہتا ہے۔ اخلاق و کردار کا یہ خصوصی معیار اللہ کے دوستوں اور فقیروں کے لئے ہے اور آپ سب کو ایسا ہی بننا پڑے گا اگر عوام ہی کا سا اخلاق رکھنا ہو تو پھر کسی سلسلہ فقر میں شامل ہی

کیوں ہوا جائے۔ شاعر مشرقؒ بندہ مومن کے بارے میں لکھتے ہیں۔

ہوں آتش نمرود کے شعلوں میں بھی خاموش
میں بندہ مومن ہوں نہیں دانہ اسپند
ہر حال میں میرا دل بے قید ہے خرم
کیا چھینے گا غنچے سے کوئی ذوق شکر خند

اسی طرح دنیوی رزق اور مال و دولت۔ کے حصول کے لئے وہ اپنی سی کوشش ضرور کرتا ہے لیکن اس کی خاطر پریشان ہونا مومن کی شان کے خلاف ہے۔ کیونکہ اللہ کی اس یقین دہانی پر اس کا دل مطمئن ہوتا ہے کہ کوئی جاندار روئے زمین پر ایسا نہیں ہے مگر اسے روزی پہنچانا اللہ کے ذمے ہے(سورہ ہود 6) اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اس کی تسکین کا باعث بنتا ہے کہ بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ ہی ان کو رزق دیتا ہے اور تم کو بھی اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے (العنکبوت 20)۔ اسی طرح حضور نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث مبارکہ اس کے پائے استقلال میں کبھی لرزش نہیں آنے دیتی کہ ہرانسان کو اس کی قسمت کا رزق مل کر رہتا ہے اور کسی انسان کو اس وقت تک موت نہیں آتی جب تک وہ دنیا سے اپنا مقررہ رزق حاصل نہیں کرلیتا۔ مومن کا یہ انداز فکر اس کی روح کو ہردم تازہ رکھتا ہے اور وہ دور حاضر کی مادہ پرست تہذیب کے نظام تعلیم کی معاشی بھول بھلیوں اور جھوٹے معیار زندگی کے فریب کا شکار نہیں ہوتا جس کے بارے میں حکیم الامتؒ نے خبردار کرتے ہوئے فرمایا

عصر حاضر ملک الموت ہے تیرا جس نے
قبض کی روح تیری دے کے تجھے فکر معاش
اس جنوں سے تجھے تعلیم نے بیگانہ کیا
جو یہ کہتا تھا خرد سے کہ بہانے نہ تراش

اللہ کے قرب و دیدار کا سچا طالب اس حقیقت کو بھی اپنے ذہن میں رکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت کسی کو وافر اور کھلا رزق عطا فرماتے ہیں، کسی کو نپا تلا دیتے ہیں اور کسی کو بعض اوقات ضروریات سے بھی کم رزق میسر فرماتے ہیں۔ وہ اپنے آقا کی حکمت کے

سامنے اپنا سر تسلیم خم کر دیتا ہے اور اس کے مقدر کے مطابق جتنی بھی روزی اس کو ملتی ہے اس پر ہی خوش رہتا ہے۔ اس وصف کو قناعت کہتے ہیں کہ مستقبل کی بہتری کے لئے پوری کوشش کرتے ہوئے اپنی موجودہ حالت پر مطمئن اور سچے دل سے خوش رہا جائے۔ نہ کبھی غربت کا رونا رویا جائے' نہ حالات کا شکوہ کیا جائے اور نہ ہی کسی کے سامنے دست سوال دراز کیا جائے۔ اہل قناعت کی شان میں کسی شاعر نے کیا خوب فرمایا ہے۔

راضی برضا ہوتے ہیں ارباب قناعت
وہ اپنا بھرم دست طلب سے نہیں کھوتے
دامان توکل کی یہ خوبی ہے کہ اس میں
پیوند تو ہو سکتے ہیں دھبے نہیں ہوتے

اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص بندوں اور قرب کے متلاشیوں کی رہنمائی اور ان کے دلوں کو تقویت پہنچانے کی خاطر قرآن کریم میں جو آیات تقسیم رزق کی حکمت ظاہر کرنے کے لئے نازل فرمائیں ان میں سے چند ایک یہاں درج کر رہے ہیں تاکہ سالکین راہ خدا طول امل' ہوا و ہوس اور اونچے معیار زندگی کی حرص کے شیطانی پھندوں سے نکل کر فقر مصطفیٰ ﷺ پر فخر کرنا سیکھیں اور اپنے نفس کی خواہشات کی غلامی سے نجات حاصل کر کے حضور ﷺ کے اصحابہؓ کی مانند مخلوق خدا کی خدمت اور اصلاح کے کام کو اپنی زندگی کا مشن بنالیں۔

1۔ واللہ فضل بعضکم علی بعض فی الرزق (النحل 71)

"اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے"۔

2۔ وجعلنا بعضکم لبعض فتنۃ اتصبرون وکان ربک بصیرا (الفرقان 20)

"اور ہم نے تمہیں ایک دوسرے کے لئے آزمائش بنایا ہے۔ کیا تم خوشی سے برداشت کرو گے اور تمہارا رب تو دیکھنے والا ہے"

3۔ نحن قسمنا بینھم معیشتھم فی الحیوۃ الدنیا ورفعنا بعضھم فوق بعض درجت لیتخذ بعضھم بعضا سخریا ورحمت ربک خیر مما یجمعون (الزخرف 32)

"ہم نے ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا اور ایک دوسرے پر درجے بلند کئے

تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے اور جو کچھ یہ جمع کرتے ہیں تمہارے رب کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے"۔

4- ولو بسط الله الرزق لعباده لبغوا فی الارض ولکن ینزل بقدر ما یشاء انه بعباده خبیر بصیر (الشوریٰ۔ 27)

"اگر اللہ اپنے سارے بندوں کے رزق میں فراخی کر دیتا تو زمین میں فساد کرنے لگتے۔ لیکن وہ جو چیز نازل کرتا ہے خاص اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا اور دیکھتا ہے"۔

ایک مومن کی عقل سلیم ان حقائق اور حکمتوں کو تسلیم کر لیتی ہے اور اس کا قلب سلیم رزق کی تقسیم پر مطمئن ہو جاتا ہے۔ وہ حیات ارضی کی حقیقت کو کما حقہ جان جاتا ہے اس لئے دنیوی آسائش کو سمیٹنے کی دوڑ میں دیوانہ نہیں ہو جاتا کہ ساری توانائی اسی میں کھپا دے اور ہر جائز و ناجائز طریقہ اور لوٹ کھسوٹ سے متاع دنیا میں دوسرے لوگوں سے کسی طرح اونچا ہو جائے۔ وہ اللہ کے قرب کو اپنی منزل بنا لیتا ہے اور حیات ارضی کی عارضی نعمتوں سے بے نیاز ہو کر مجاہدانہ اور مسافرانہ زندگی اپنا لیتا ہے۔ اس کا حقیقی پیار صرف اللہ سے ہوتا ہے اور اس کے سوا اس کی آنکھوں میں کچھ جچتا ہی نہیں۔ جو لوگ اللہ کی محبت کے نایاب گوہر کو اس کے ماسویٰ کی محبت سے داغدار نہیں ہونے دیتے وہ دنیا کے متاع کے لئے حرص و طمع ترک کر دیتے ہیں اور زہد و تقویٰ اختیار کر کے اللہ کے دیئے ہوئے تھوڑے رزق پر ہی قناعت کر لیتے ہیں۔ اللہ ایسے صابر بندوں کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں۔

تلک دار الاخره نجعلها للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبته للمتقین (القصص 83) "وہ جو آخرت کا گھر ہے ہم نے اسے ان لوگوں کے لئے تیار کر رکھا ہے جو زمین میں نہ تو بڑا پن چاہتے ہیں نہ ہی فساد۔ اور بہتر انجام تو متقین کے لئے ہے"

دین اسلام میں اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والی قوم کے لئے دنیا کی نعمتوں کو نہ تو یکسر نظر انداز کر کے انہیں ترک کر دینے کی تعلیم ہے اور نہ ہی زندگی کے حقیقی مقصد کو فراموش کر کے ان میں غرق ہو جانے کی اجازت ہے۔ امت مسلمہ مادی لذات سے ایک حد تک مستفید ہو

سکتی ہے لیکن ان میں کھو نہیں سکتی کیونکہ وہ جانتی ہے کہ اللہ کی رضا اپنی ذات کے لئے آسائشیں سمیٹنے میں نہیں بلکہ اللہ کی مخلوق کی خدمت میں ہے۔ اللہ کے دین میں انسان معاشی طبقات میں تقسیم نہیں کئے جاتے اور نہ ہی دولت کو عزت و فضیلت کا معیار بنایا جاتا ہے۔ بلکہ انسانیت کے احترام اور متقین کے اکرام کا درس دیا جاتا ہے۔ ایک عام مسلمان کو بھی وہی حقوق حاصل ہوتے ہیں جو امیر مملکت کو ہوتے ہیں۔ ان کی حکومت کا سربراہ انہیں میں سے ہوتا اور انہیں کی طرح زندگی بسر کرتا ہے۔ مادی لذات' ظاہری شان و شوکت اور جسمانی آسائشوں کے معاملہ میں ایک عام مسکین سے لے کر امیرالمومنین تک کی طبیعت میں استغناء اور بے نیازی کا رنگ جھلکتا ہے۔ اسی کیفیت کو معراج مسلمانی قرار دیتے ہوئے اللہ کے فقیر اقبالؒ نے فرمایا تھا۔

نہ ڈھونڈ اس چیز کو تہذیب حاضر کی تجلی میں
کہ پایا میں نے استغناء میں معراج مسلمانی

اقبالؒ کے نزدیک اسلام کا دوسرا نام "فقر غیور" ہے۔ ہر مومن اللہ کے دیئے ہوئے تھوڑے رزق پر بھی دل سے خوش رہتا ہے اور کسی شہنشاہ کی دولت و شوکت پر نہ حرص کی نگاہ ڈالتا ہے نہ اس سے مرعوب ہوتا ہے۔ حضرت رابعہ بصریؒ کا ایک قول ہے کہ مجھے ان لوگوں پر تعجب ہوتا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کو راضی کرنا چاہتے ہیں مگر وہ خود اللہ تعالیٰ سے راضی نہیں ہوتے' جب ہم اس سے سچے دل سے راضی نہ ہوں تو وہ جو دلوں کا حال جاننے والا ہے ہم سے کیسے راضی ہو گا۔ بانی سلسلہ توحیدیہؒ نے پہلے لکھی گئی قرآنی آیات کی روشنی میں رزق کی تقسیم پر صبر کرنے اور ہر حال میں خوش رہنے کی نصیحت کرتے ہوئے اپنے پانچویں خطبے میں تحریر فرمایا ہے "اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جس کسی کے پاس جو کچھ بھی ہے وہ اللہ کی مرضی سے ہے تو اے سالکان راہ خدا تم اللہ کی مرضی پر خوش کیوں نہیں رہتے اور اس کی مرضی کو اپنی مرضی کے تابع کیوں کرنا چاہتے ہو"۔ میرے توحیدی بھائیو! میں توکل علی اللہ اور راضی برضا رہنے پر اس لئے بار بار زور دے رہا ہوں تاکہ آپ فکر معاش سے نکل کر فکر معاد میں لگ جائیں اور اپنی اور اپنے مسلمان بھائیوں کی اصلاح کے لئے اپنا وقت لگا سکیں۔

اللہ کی نصرت انصار اللہ کے لئے

اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے بے پناہ محبت کرتے ہیں۔ وہ ہمارے کفر و ایمان اور بغاوت و اطاعت سے بے نیاز ہونے کے باوجود محض اپنی محبت اور رحمت کے غلبہ کی بناء پر انسانوں کے لئے کفر کی بجائے ایمان کو پسند فرماتے ہیں۔ اسی لئے انسانوں کو اندھیروں سے نکال کر دنیا و آخرت کی حقیقت اور خیر و شر سے آگاہ کرنے اور صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرنے کے لئے انبیاء اور رسول بھیجے۔ اس سلسلہ کی آخری کڑی ہمارے آقاو سردار' سید الانبیاء' احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی مخلوق کی محبت سب انسانوں سے بڑھ کر عطا فرمائی اور رحمت اللعالمین کا خطاب مرحمت فرمایا۔ اللہ کے رسولوں کے جن متبعین نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلانے کی عظیم خدمت سرانجام دی۔ اللہ نے کمال شفقت سے انہیں "انصار اللہ" یعنی اللہ کے مددگار کا لقب عطا فرمایا۔ اور حضور نبی کریم ﷺ کی امت کے تمام مومنین کو "انصار اللہ" بن جانے کے لئے سورہ الصف کی آخری آیت میں حکم فرمایا۔

یایھا الذین امنوا کونوا انصار اللہ کما قال عیسی ابن مریم للحوارین من انصاری الی اللہ

"اے ایمان والو تم اللہ کے مددگار بن جاؤ۔ جیسے عیسیٰ ابن مریم نے حواریوں سے کہا کہ بھلا کون ہیں جو اللہ کی طرف بلانے میں میرے مددگار بنیں"

حضور سید الانبیاء ﷺ چونکہ اللہ کے آخری رسول ہیں اس لئے دین مبین کے نور اور رحمت کو تمام دنیا کے انسانوں تک پہنچانے اور دنیا میں اللہ کی بادشاہت کا نظام قائم کرنے کی سعادت اور اعزاز قیامت تک کے لئے امت مسلمہ کو عطا کر دیا گیا۔ اس مقدس اور عظیم فریضہ کی ادائیگی ہی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مدد کرنا ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے مومنین کو یہ کردار سونپتے ہوئے اس کے لئے لائحہ عمل بھی عطا فرمایا اور اپنی نصرت کی یقین دہانی بھی کرائی۔ چنانچہ سورۃ الحج کی آخری آیت میں جو ارشاد فرمایا اس کا مفہوم اس طرح ہے۔

"اے اہل ایمان دعوت الی اللہ کی اس راہ میں اس طرح جدوجہد کرنا جیسا کہ اس منصب کا تقاضا ہے۔ اس نے تمہیں اس عظیم کام کے لئے چن لیا ہے اور دین کے معاملہ میں تم پر کوئی ناروا سختی نہیں ڈالی۔ یہ تمہارے باپ ابراہیم کا ہی طریقہ ہے۔ اللہ نے پہلی کتابوں میں بھی تمہارا نام

مسلمان رکھا اور اس کتاب میں بھی یہی ہے۔ تاکہ ہدایت کا پیغام پہنچا دینے کے بارے میں میرا رسول ﷺ تم پر گواہی دے اور تم تمام جہان کے لوگوں کے بارے میں گواہی دو۔ پس تم نماز قائم رکھنا اور زکوٰۃ دیتے رہنا اور اللہ کو پختہ یقین کے ساتھ پکڑے رکھنا کیونکہ وہی تمہارا دوست ہے اور وہ کیا ہی محبوب دوست کیا ہی خوب مددگار ہے"۔

اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان سے اپنی مدد کا جو وعدہ فرمایا ہے وہ اس شرط کے ساتھ وابستہ ہے کہ تم صحیح معنوں میں انصار اللہ بنے رہو۔ جس طرح میرے رسول ﷺ نے کمال محبت انتہائی دلسوزی اور مثالی عزم و ہمت سے میرا دین تم تک پہنچایا اور اپنی زندگی کے نمونہ سے اس کی عملی تشریح دکھلائی تم بھی اس مقدس فریضہ کو پوری ذمہ داری سے نبھاؤ گے تو میں یقیناً تمہاری مدد کروں گا۔ اللہ نے قرآن کریم میں واضح ارشاد فرمایا

یاایھا الذین امنوا ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم (محمد۔ 7)

"اے اہل ایمان اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا" جب تک تم اپنی صلاحیتیں اور توانائیاں اس راہ میں صرف کرتے رہو گے تمہیں مدد کے لئے کسی دوسری طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوگی اور نہ ہی کوئی دوسری قوم تمہارے سامنے سر اٹھا سکے گی۔ لیکن اگر تمہاری کسی کوتاہی کی وجہ سے اس نے تمہاری مدد سے ہاتھ کھینچ لیا تو پھر تمہیں کہیں سے مدد نہ مل سکے گی۔ اس لئے اپنے مقام و منصب کی پاسداری کرتے ہوئے اس جدوجہد میں کمی نہ آنے دینا۔ تم اللہ پر بھروسہ رکھنا' وہ تمہارے غلبہ کے لئے ظاہری اسباب بھی مہیا کرتا رہے گا۔ چنانچہ سورۃ آل عمران آیت 120 میں فرمایا

ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم وان یخذلکم فمن ذالذی ینصرکم من بعدہ وعلی اللہ فلیتوکل المومنون

"اگر اللہ تمہارا مددگار رہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے اور مومنوں کو چاہئے کہ اللہ پر توکل رکھیں"۔

اللہ تعالیٰ نے یہ تشریح بھی فرمادی کہ اس کی مدد کے مستحق لوگ کس قسم کے کردار کے حامل ہوتے ہیں اور زمین پر غالب آجانے کے بعد وہاں کس قسم کا نظام رائج کرتے ہیں۔ پہلے اللہ تعالیٰ کی

معیت اور نصرت کے لئے شرائط سماعت فرمائیے۔

وقال اللہ انی معکم لئن اقمتم الصلوہ واتیتم الزکوہ وامنتم فعزرتموھم واقرضتم اللہ قرضا حسنا (المائدہ۔12)

"اور اللہ نے فرمایا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اگر تم نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ گے اور ان کی مدد کرو گے اور اللہ کو قرض حسنہ دیتے رہو گے"۔

اسی طرح سورۃ الحج کی آیات 40 اور 41 میں مزید وضاحت کرتے ہوئے فرمایا

واینصرن اللہ من ینصرہ ان اللہ لقوی عزیز O الذین ان مکنھم فی الارض اقاموا الصلوہ واتوا الزکوہ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر وللہ عاقبہ الامور O

ان آیات مبارکہ کی تشریح و تفسیر یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی یقینی طور پر مدد فرمائے گا جو اقامت دین کے لئے اللہ کی مدد کریں گے۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑی قوت والا اور زبردست ہے۔ اور وہ ایسے لوگوں کو بھی دنیا میں قوت اور غلبہ عطا کرے گا۔ وہ خاص لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم ان کو ملک میں قدرت اور حکومت دیں تو وہ انسانوں کو انسانوں کے جبر و استبداد سے نکالتے اور اللہ کی الوہیت کے نظام میں داخل کر کے اقامت صلوٰۃ کا فریضہ ادا کرتے ہیں اور وہ ہر اس کام کو جو انسانوں کے بھلے اور فلاح و ترقی کے لئے معاون و ممد ہونے کے لئے معروف ہو، رائج کرتے ہیں اور جو امور انسانی معاشرہ کے لئے مضرت رساں اور نقصان دہ ہوں اور ملک میں فتنہ و فساد کا باعث ہوں انہیں قوت بازو سے ختم کر دیتے ہیں۔ انکی جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کرنا اور دوسرے امور کا انجام تو اللہ ہی کے اختیار میں ہے"۔

برادران سلسلہ عالیہ توحیدیہ! اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے وعدے تو بلا شک و شبہ سچے ہیں اور وہ کبھی بھی اپنے وعدوں کے خلاف نہیں کرتا۔ اس لئے قرآن کریم کی آیات کی روشنی میں ہمیں اپنے کردار کا جائزہ لینا چاہئے اور اپنی زندگیوں کو اس راہ پر ڈالنا چاہئے جو ہمیں اللہ کی تائید و نصرت کا مستحق بنا دے۔ وہ راہ اس کے سوا اور کوئی نہیں کہ ہم مسلمان قرآن کے احکام پر عمل کرتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ کے حبیب ﷺ کے اسوہ حسنہ کے سانچے میں ڈھال لیں اور اللہ کے بھروسہ پر دعوت الی اللہ کا فریضہ ایک بار پھر سنبھال کر شہداء علی الناس بن جائیں۔ ہم اللہ کے ہو جائیں تو

یقیناً" اللہ ہمارا ہو جائے گا اور ہماری مدد فرمائے گا۔

اصلاح احوال کے لئے ایک اہم حقیقت جو اظہر من الشمس ہے اور ہمیں پیش نظر رکھنی چاہئے کہ قرون اولیٰ میں صحابہ کرام ؓ کی جس مقدس جماعت نے تاریخ ساز کارنامے انجام دیئے تھے انہوں نے کسی روایتی مکتب سے تعلیم حاصل نہیں کی تھی۔ نہ ہی وہ لوگ اللہ کی کتاب کے سوا کسی دوسری کتاب سے آشنا تھے۔ ان کی تمام تر اہلیت اور فضیلت حضور نبی کریم ﷺ کی انقلاب آفریں صحبت اور کیمیا اثر نظر کی مرہون منت تھی۔ جن کی مجلس میں الفاظ نہیں سکھائے جاتے تھے بلکہ انسان بنائے جاتے تھے۔ بقول حکیم الامت ؒ

صحبت از علم کتابی خوشتر است
صحبت مردان حر آدم گر است

حضور رحمت اللعالمین ﷺ کے فیضان کی برکت سے ان سابقون الاولون کی شخصیتیں اپنے اپنے کمال کو پہنچ گئیں اور اللہ تعالیٰ نے جو بھی جوہر جس فرد کو عطا کر رکھا تھا وہ سراج منیر ﷺ کے نور سے نکھر کر اپنے عروج کو پہنچ گیا۔ یہ انسانی تاریخ میں ایک بے مثال روحانی انقلاب تھا اور اس کی بدولت قرون اولی کے مسلمانوں نے تہذیب و تمدن اور فتوحات کی نئی تاریخ رقم کی جس کی مثال دنیا کی کوئی دوسری قوم پیش نہیں کر سکتی۔ مسلمانوں نے نہایت ہی قلیل عرصہ میں قیصر و کسریٰ جیسی دو عظیم طاقتوں کا غرور خاک میں ملا کر باقی دنیا پر اپنی سیادت قائم کر لی۔ اب میں حضور رسالت ماب فخر موجودات ﷺ کی ایک مشہور حدیث مبارکہ خاص طور پر آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "جس طریقہ سے اول دور میں امت کی اصلاح ہوئی تھی۔ آخری دور میں بھی اسی طریقہ سے ہو گی"۔ اس لئے امت کی اصلاح کے لئے جہاں کئی دوسرے طریقے اور علاج آزمائے جا چکے ہیں وہاں فیضان صحبت اور روحانی قوت کے اثر سے اصلاح کرنے کا فقیری نسخہ بھی ضرور آزمانا چاہئے۔ بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری ؒ کے اس عظیم روحانی تجربہ کو آگے بڑھانے کے لئے ہم سب کو عزم و ہمت اور ایثار خلوص سے کام لینا ہو گا اسی طرح وہ مقاصد حاصل ہو سکیں گے جن کی خاطر اس نئے سلسلہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔

[illegible]

جنت کا راز

(ڈاکٹر ہلوک نورباقی)

عند سدرہ المنتھی عندھا جنہ الماوی (النجم)

ترجمہ:- سدرۃ المتہا پر (بیری کے درخت کے آخری سرے پر) جنت الماوی (پناہ کا باغ) واقع ہے۔"

میں نے یہ تحریریں قرآنی آیات کی سائنسی توجیہات بیان کرنے کے لئے وقف کی ہیں اور بالآخر میں نے اس امر کی ضرورت محسوس کی ہے کہ جنت کے نظریئے سے متعلق سائنسی تشریح بھی پیش کروں۔ اس احساس کی دو وجوہ ہیں

الف۔ اول تو یہ ان ملحد اور دہریئے لوگوں کو جو یہ کہتے ہیں کہ جنت کا نظریہ سائنس سے مطابقت نہیں رکھ سکتا' ایک ایسا جواب دیا جائے جس کے وہ مستحق ہیں۔

ب۔ جنت سے متعلق ان غلط تشبیہات کا سدباب کیا جائے جو کچھ لوگ پیش کرتے ہیں اگرچہ اس میں بدنیتی نہیں ہوتی۔

یہ کہنے کی تو ضرورت ہی نہیں ہے کہ ہم جنت کے نظریئے کو صرف دنیاوی اصولوں سے ہی جانچ سکتے ہیں۔ بہرحال جنت سے متعلق قرآن میں اور جگہوں پر بیان کردہ خاصیتوں کو مدنظر رکھ کر' میں اس پر سائنسی ہم آہنگی حاصل کرنے کی کوشش کرونگا اور سب سے زیادہ اہم سائنسی پیغام جو اس مضمون پر روشنی ڈالتا ہے وہ سورۃ النجم ہی میں موجود ہے۔ آیئے سب سے پہلے اس سوال کا جواب ڈھونڈیں کہ جنت کہاں ہے؟ اس کا جواب بھی خود اسی آیت نے فراہم کیا ہے۔

جنت بیری کے درخت کے آخری سرے پر یا سرحد پر ہے۔ اس کے متعلق تمام تفاسیر میں مختلف قسم کی تشریحات کی گئی ہیں۔ سب سے زیادہ سائنٹفیک نکتہ نظر سے اس کا مطلب نظام کائنات کا درخت ہے۔ یا ہماری اس تین جہتوں والی کائنات کی سرحد۔ کچھ مفسرین نے چھٹے آسمان کی سطح کو مادی کائنات کی سرحد قرار دیا ہے۔ درحقیقت یہ تصور آسٹروفزکس کے نظریات سے مطابقت رکھتا ہے۔ یہ کوئی بحث طلب مسئلہ نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ آیت جنت کو ایسا ظاہر کرتی

ہے جو اس مادی کائنات کی سرحدوں سے آگے ہے۔ یہاں اہم نکتہ یہ ہے کہ جنت' اس مادی کائنات کے اندر نہیں ہے۔ جیسا کہ میں نے اس سے قبل نشاندہی کی تھی کہ کائنات میں جہتی پیمائشوں کے متعدد پیمانے ہیں۔ فضائے بسیط جس کی بنیاد لمبائی' اونچائی اور چوڑائی کی پیمائشوں پر ہے' مادی وجود کی فضا ہے۔ مگر ان تین جہتوں والی پیمائشوں کے علاوہ جسامت کی اور پیمائشیں بھی ہیں' جو ان پانچویں اور چھٹی جہتوں سے شروع ہوتی ہیں جن کا وجود بھی تسلیم شدہ اور یقینی ہے۔ جہتوں کی یہ پیمائشیں آپس میں ایک دوسرے کے درمیان ایسی فضائیں بناتی ہیں جو عام فضا سے مختلف ہوتی ہیں۔ درحقیقت اللہ جل شانہ نے متعدد فضاؤں کو کتاب کے صفحوں سے تشبیہ دی ہے۔

چنانچہ جنت دور سرحد کے بیری والے درخت کے قریب ہے یعنی اس مقام یا کائناتی نکتے پر جہاں یہ کائنات ختم ہوتی ہے۔ یہاں ایک اور اہم موشگافی سامنے آتی ہے۔ وہاں یعنی اس حد سے آگے کیا چیز ہے؟ تو وہاں "پناہ کا باغ" یا جنت الماوی ہے۔ ان مقامات پر پہنچنے کے لئے اس مادی کائنات کی حدود سے نکل جانا ضروری ہے۔ یہاں سوال فاصلے کا نہیں ہے بلکہ یہاں رفتار (اسپیڈ) کی بات ہے۔ ایک گھومتی ہوئی تیز حرکت ایک ایسا جمپ مہیا کرتی ہے کہ جو مادی وجود کے صفحے سے جنت کے صفحے میں پہنچا دیتی ہے۔ بلاشک یہ ایک ایسی صلاحیت ہے جو انسان کو اللہ کی طرف سے ملتی ہے اور جس کا استعمال بھی اس خالق دو جہاں کے حکم سے ہوتا ہے۔

اس آیت کا دوسرا پیغام اس بیان میں دیا گیا ہے جو مادہ کی آخری سرحد کی نشاندہی کرتا ہے۔ عربی میں حدود کے نظریہ کو بیان کرنے کے لئے مختلف قسم کے متعدد طریقے موجود ہیں۔ مگر پھر بھی اللہ رب العزت نے اس طریقہ کو بطور خاص چنا ہے۔ جنت کائناتوں کے کنارے پر ہے۔ یہ تخلیق شدہ چیزوں کے نظام کے کناروں پر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کائناتوں کی سب سے اہم اصلیتیں جنت میں بھی موجود ہیں۔ بلکہ کائناتوں کا درخت جو اگرچہ عام کائنات میں بھی نظر آتا ہے' دراصل جنت کی کائناتوں کا پودا ہے۔ اس موجودہ دنیا کا تمام حسن جنت کے حسن کا ایک دھندلا سا پرتو ہے۔ جنت ایک ایسی حقیقی زندگی کا نام ہے۔ جب کہ یہ مادی دنیا محض دو جہتوں والا ایک فلمی کارٹون ہے

دو نظریے جن کے سلسلے میں انسانی ذہن کو سب سے زیادہ مشکل پیش آئے گی وہ جنت میں وقت اور کشش ثقل (وزن) سے متعلق ہیں۔ تین جہتوں کی کائنات یعنی ہماری مادی دنیا میں جو مادی نسبتیں اور رشتے تمام چیزوں اور جانداروں پر بے حد شدت سے اثر انداز ہوتے ہیں وہ ہیں وقت

اور ثقل یا وزن جب کہ جنت میں ہو پیمائشوں کی ایسی جہتوں، جیسے چھٹی، ساتویں اور آٹھویں جہت سی بنی ہوتی ہیں وہاں تو یہ کم ہو کر مطابقت کر لیتے ہیں یا پھر یہ اثرات غیر صریح یا غائب ہو جاتے ہیں۔

آیئے سب سے پہلے ہم جنت میں کشش ثقل اور وزن کے موضوع پر غور کریں اس سلسلے میں ہمیں قرآن حکیم سے دو اہم پیغامات ملتے ہیں "باغ جن کے نیچے دریا بہتے ہیں" اور "اریکہ" (خوب آراستہ پیراستہ تخت) جس کی تعریف یا توجیح انسان ہی سے نسبت رکھتی ہے اور جنت کے مقام کو ظاہر کرتی ہے۔

ان دونوں تعریفوں سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جنت میں کشش ثقل یعنی وزن اور جذب ہونے کی خاصیت بے حد کم ہو جاتی ہے۔ اگر جنت میں بھی وزن کا تصور وہی ہوتا جو زمین پر ہے تو آیت اس طرح ہوتی "باغ جن کے اندر دریا بہتے ہیں" نہ کہ باغ جن کے نیچے دریا بہتے ہیں۔ چنانچہ ایک لحاظ سے جنت میں ہوا میں ہی معلق رہنا ممکن ہے یعنی اس خوبصورت اور شاندار زندگی میں جنت کے دریا جنتی لوگوں کے لئے ایسی جنت ہوگی جہاں وہ قرآن میں دیئے گئے ایک مقام سے تمام سمتوں کا نظارہ کر سکیں گے۔ چنانچہ وزن کا وجود اور ثقلی کشش جو دنیا کی موجودات کے لئے لازمی سمجھی جاتی ہے جنت میں بھی ہوگی۔ البتہ اس کا انحصار ایک اور عجوبہ پر ہوگا۔ یعنی اگر اس عجوبہ چیز کے لئے ضروری ہوگا تو اس کی تخلیق بھی ایک مخصوص واقع سے منسلک ہوگی، (جیسے کہ دریاؤں کا بہنا)

جنت میں وقت کا تصور بھی کشش ثقل سے اس طرح مماثلت رکھتا ہے کہ جب ضرورت ہو تو وقت واقعات کے ساتھ ساتھ ہی ہوتا ہے۔ اسی طرح سے چونکہ وقت کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا اس لئے بیزاری (بور ہونے) کا بھی کوئی تصور نہیں ہوتا۔ نہ ہی اس کا سوال ہی پیدا ہوتا ہے۔ جنت میں کسی بھی خواہش کا فوری طور پر پورا ہو جانا (سورۃ النحل) ناقابل بیان حد تک خوبصورت مسرتوں کا ایک کے بعد ایک حصول بھی وقت کی انتہائی آہستہ لہروں کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے چنانچہ وقت وہاں ایک نہ رکنے والا انسان کو لازمی طور پر فنا کی طرف لے جانے والا عمل نہیں ہے بلکہ جنت میں یہ انسان کی خدمت کا ایک مسرت بخش ذریعہ ہے۔ مثال کے طور پر دو روشنیاں اور گوناگوں رنگ، عام دنیا میں اپنے جلوے دکھانے کے لئے وقت کے اعمال کا سہارا لیتے ہیں۔ جب کہ اس کے برعکس جنت میں ان کی خصوصیات اور اثرات الگ قسم کے ہوں گے۔ سب سے اہم مثال سورۃ

الرحمٰن میں زمرد جیسی سبز جنت کا ذکر ہے۔ اسی طرح جنت میں سونگھنے کی حس بھی مختلف قسم کی ہو گی۔ جو اس مسرت اور شادمانی کی نمائندگی کرے گی جو انسان کی کلیت میں پھیل جائے گی۔ یہ قدرتی بات ہے کہ اس کتاب میں جہاں ہم بنیادی طور پر سائنسی حقائق کا مطالعہ کر رہے ہیں جنت کے وقوع اور وہاں کے حالات پر زیادہ تفصیل سے بحث کرنا ممکن نہیں ہے۔

جنت کا ایک اہم پہلو' اس کے اندر انسان کے مادی اور جسمانی وجود کا غیر فانی ہونا ہے۔ ہر کوئی یہ جانتا اور مانتا ہے کہ مٹی سے پیدا ہونے کے بعد حضرت آدم اپنے خاکی جسم کے ساتھ ہی جنت میں رہتے تھے۔ چنانچہ یہ ثابت ہے کہ انسانی جسم کی تخلیق اس نمونے پر کی گئی ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جنت میں رہ سکتا ہے۔ زمین پر انسان کا یہ فانی وجود تو ایک مختصر وقتی دور لگتا ہے۔ خاص طور پر جب اسکا موازنہ اس اصل حیات سے کیا جائے جو جسمانی حالت میں ہی' جنت میں سدا جاری رہے گی۔

اس دنیا میں جو چیز جسم کو موت سے ہمکنار کر دیتی ہے وہ ہے توانائی کا ختم ہو جانا۔ وقت کے عمل اور ثقل (وزن) کی وجہ سے یہ دنیا انسانی جسم کو توانائی کے زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے اور اس کے مطابق خوراک کو جسم میں ڈالنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ بال آخر اس سارے سلسلے کا نتیجہ پراگندگی اور موت کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔ درحقیقت خلیوں اور ٹشوں کا بوڑھا ہونے اور موت سے ہمکنار ہونے کی وجہ جسم میں خوراک کے ذخیرہ ہونے کے عمل کی وجہ سے خون کی نسوں کا سکڑنا' فرسودہ ہونا اور سخت یا کرخت ہو جانا ہوتا ہے۔

مگر جنت میں توانائی کی ایسی کوئی ضرورت نہیں ہوتی اس لئے کہ وہاں وزن اور وقت کے عمل کو ہی علیحدہ کر دیا جاتا ہے۔ صرف جنت کے پھل ہی وہاں مسرت کا ذریعہ ہوتے ہیں اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ پھل ٹشو اور خون کی نسوں کی فرسودگی کی وجہ نہیں ہوتے۔ توضیح اور تشریح کے علم کے ذریعے ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جنت میں ہماری جلد ایک مخصوص بناوٹ والی ہو گی۔ اس لئے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالتے وقت یہ حکم دیا گیا تھا کہ "برہنہ ہو جاؤ اور نیچے اترو"

یہ مخصوص جلد' ابدیت کا غلاف سمجھی جاتی ہے دنیا کی طرف آتے وقت ہمیں اس مخصوص جلد سے جدا کر دینا ہی وہ سب سے زیادہ اہم وجہ ہے جس نے اس مادی دنیا میں ہمیں فنا کی زنجیروں

کے ساتھ جکڑ رکھا ہے۔

چونکہ جنت متعدی بیماریوں کینسریا دل کی بیماریاں جو فنا اور موت کا سبب بنتی ہیں، نہیں ہوتیں تو وہاں زندگی کی ابدیت کا تصور بھی مشکل نہیں ہے۔ مزید برآں چونکہ خوبصورتی کو بگاڑنے والے عوامل یعنی بڑھاپا اور جھریوں کا پڑنا اس مخصوص جلد کی وجہ سے نہیں ہو پاتے تو جنت میں اس لئے ابدی حیات کے ساتھ ساتھ لافانی حسن بھی برقرار رہے گا۔

ایک اور اہم نکتہ یہ ہے کہ جنت میں جو مشروبات پینے کو ملیں گے ان میں آب حیات کا راز پنہاں ہے۔ جیسا کہ کئی آیات میں اس کا ذکر آچکا ہے۔ یہ مشروبات' مسرت اور شادمانی کے ساتھ ساتھ انسان کو ہمیشہ کے لئے توانائی نہ ختم ہونے والی غذائیت اور تازگی بھی فراہم کرتے رہیں گے۔

چنانچہ جنت ایک علیحدہ قسم کی کائنات ہے اور اس مادی اور طبعی وجود سے بالکل مختلف ہے جس کے ہم اس دنیا میں عادی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے وضاحت کی ہے سائنٹفیک نکتہ نظر سے اس کا کم از کم ایک تصور تو قائم کیا جاسکتا ہے۔ اس مقام کو بیان کرتے ہوئے قرآن اس تصور کو اس طرح پیش کرتا ہے کہ آخری سرحد کے بیری والے پیڑ کے برابر میں یہ تخلیق کی عظیم فزکس کو آشکار کرتا ہے۔ اب اس بیان کے صدیوں بعد زیادہ تعداد کی جہتوں کا شعور پیدا ہونا شروع ہوا ہے اور یہ احساس پیدا ہو گیا ہے کہ پانچوں' چھٹی اور ساتویں جہتوں کی وجہ سے کئی اور فضائیں بھی وجود رکھتی ہیں۔

جنت میں فرشتوں کا وجود بھی ایسی مخصوص جہتوں کو ظاہر کرتا ہے یہاں بھی ہمیں طبعی اور مادی علم کی اہم تفصیلات قرآن ہی کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں۔ جنت میں وقت کے بہاؤ کی رفتار بہت زیادہ ہو جاتی ہے ۔ یہاں تک کہ خود فاصلے ہی مٹ جاتے ہیں۔ جنت میں وقت اور کشش ثقل چونکہ ایک معمولی نظر آنے والے پردے کی صورت میں باقی رہ جاتے ہیں اس لئے ہم ایسا حتمی نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ چنانچہ جنت لازوال حسن اور مسرت کی ایک ناقابل تشریح دنیا ہے جو مادی فضا کی سرحدوں سے ذرا ہی پرے ہے۔

صدیق اکبرؓ کی قلبی کیفیات

(حافظ محمد یاسین)

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ رحم کھانے والے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔

ابو بکر واسطیؒ نے کہا ہے کہ امت محمدی ﷺ میں پہلا شخص جس نے تصوف کے رنگ میں کوئی بات کی وہ حضرت ابو بکر صدیقؓ ہیں۔ ثبوت اس کا یہ ہے کہ جب جیش عسرت کی تجہیز کے موقع پر صدیق اکبرؓ نے اپنا سارا مال و اسباب اور گھر کا سامان حضور انور ﷺ کی خدمت میں لا کر حاضر کر دیا تو حضور ﷺ نے انؓ سے پوچھا "تو نے اپنے بیوی بچوں کے لئے کیا چھوڑا ہے" تو انہوں نے نہایت اطمینان کے ساتھ جواب دیا "اللہ و رسولہ" پھر دوبارہ کہا "اللہ" اور اس کے بعد کہا "رسولہ" واسطیؒ کہتے ہیں کہ میں اپنی جان کی قسم کھا کر یہ بات کہتا ہوں کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے اس جواب میں حقائق کی ایک دنیا پوشیدہ ہے اور اہل تفرید و تجرید کے لئے بہت سے فوائد پنہاں ہیں اور اہل توحید کے لئے بڑے اشارات مخفی ہیں۔ صرف ابو بکرؓ ہی یہ جواب دے سکتے تھے۔

مروی ہے کہ جب نماز کا وقت آتا تو صدیق اکبرؓ لوگوں سے کہتے کہ اے لوگو اس آگ کو بجھانے کے لئے کھڑے ہو جاؤ جسے تم نے سلگایا ہے۔ ایک مرتبہ انہوں نے کہا کہ اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ فلاں نوالہ جو میں نے کھایا تھا وہ مشتبہ تھا تو میں فوراً استفراغ کرونگا خواہ اس کے ساتھ میری ہی جان کیوں نہ نکل جائے۔ کیونکہ میں نے خود حضور ﷺ کو یہ فرماتے سنا ہے کہ "جس بدن کی پرورش مال حرام سے ہوئی وہ ضرور دوزخ میں جلے گا" اس لئے مال حرام سے اجتناب کرتا ہوں۔

آپؓ کبھی کبھی یہ فرمایا کرتے تھے "کاش میں گھاس ہوتا اور مجھے چوپائے کھا جاتے اور مجھے نہ حساب کا ہول ہوتا اور نہ عذاب کا خوف ہوتا۔"

آپ ؒ نے فرمایا "قرآن کریم کی تین آیتوں پر میں نے خاص طور پر عمل کیا ہے"

1۔ پہلی آیت یہ ہے "اور اگر اللہ تجھے کسی مصیبت میں مبتلا کر دے تو اس کے سوا کوئی اس مصیبت کو دور کرنے والا نہیں ہے اور اگر اللہ تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو کوئی اس کے فضل و کرم کو رد کرنے والا نہیں ہے۔" پس میں نے اپنے دل میں یہ یقین پیدا کر لیا کہ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو کسی میں یہ قدرت نہیں ہے کہ وہ اس بھلائی کو مجھ سے روک دے۔

2۔ دوسری آیت یہ ہے "اے میرے بندو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کرونگا" پس میں اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہو گیا اور اللہ کی یاد کے سوا سب کی یاد دل سے نکال دی۔

3۔ تیسری آیت یہ ہے "اور روئے زمین پر کوئی چلنے والا ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو" پس میں طلب رزق سے بے خبر ہو گیا اور اللہ کی اطاعت میں مشغول ہو گیا۔

حضرت بکر بن عبداللہ المزنی ؒ نے کہا کہ صدیق اکبر ؓ کو تمام صحابہ ؓ پر جو فضیلت حاصل تھی اس کی وجہ کثرت صلوٰۃ و صوم نہ تھی بلکہ وہ شے تھی جو ان کے سینے میں تھی یعنی یقین کامل۔ حضور ﷺ کی نبوت پر یقین کامل اور اللہ تعالیٰ کی ہستی پر یقین کامل۔ بعض صحابہ ؓ نے کہا کہ صدیق اکبر ؓ کو تمام صحابہ پر اس لئے فضیلت حاصل تھی کہ وہ تمام صحابہ ؓ سے زیادہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتے تھے۔

(ماخوذ از "تاریخ تصوف" مولفہ پروفیسر یوسف سلیم چشتی)

صوفیوں کے دو گروہ

(علامہ محمد اقبالؒ)

اول وہ گروہ جو شریعت حقہ محمدیہ ﷺ پر قائم اور اسی پر مخلصانہ استقامت کرنے کو انتہائے کمال انسانی تصور کرتا ہے۔ یہ وہ گروہ ہے جس نے قرآن شریف کا مفہوم وہی سمجھا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا تھا۔ جس نے اس راہ پر کوئی اضافہ نہیں کیا جو رسول اللہ ﷺ نے سکھائی تھی۔ جس کی زندگی صحابہ کرام کی زندگی کا نمونہ ہے۔ جو سونے کے وقت سوتا ہے' جاگنے کے وقت جاگتا ہے' جنگ کے وقت میدان جنگ میں جاتا ہے' کام کے وقت کام کرتا ہے اور آرام کے وقت آرام کرتا ہے۔ غرض یہ کہ اپنے اعمال و افعال میں اس عظیم الشان انسان اور سادہ زندگی کا نمونہ پیش کرتا ہے جو نوع انسان کی نجات کا باعث ہوئی۔ اس گروہ کے دم قدم کی بدولت اسلام زندہ رہا' زندہ ہے اور زندہ رہے گا۔ اور یہی مقدس گروہ اصل میں صوفی کہلانے کا مستحق ہے۔ راقم الحروف اپنے آپ کو ان مخلص بندوں کی خاک پا تصور کرتا ہے۔ اپنی جان و مال و آبرو ان کے قدموں پر نثار کرنے کے لئے ہر وقت حاضر ہے اور انکی صحبت کے ایک لحظہ کو ہر قسم کے آرام و آسائش پر ترجیح دیتا ہے۔

دوسرا گروہ وہ ہے جو شریعت محمدیہ ﷺ کو خواہ وہ اس پر قائم بھی ہو محض ایک علم ظاہری تصور کرتا ہے۔ ایک طریق تحقیق کو جس کو وہ اپنی اصطلاح میں "عرفان" کہتا ہے علم پر ترجیح دیتا ہے اور اس عرفان کی وساطت سے مسلمانوں میں وحدت الوجودی فلسفے اور ایک ایسے عملی نصب العین کی بنیاد ڈالتا ہے جس کا ہمارے نزدیک مذہب اسلام سے کوئی تعلق نہیں اس گروہ میں مختلف الخیال لوگ ہیں مگر ان میں ایک عام مماثلت پائی جاتی ہے۔

(ماخوذ از "تاریخ تصوف" مرسلہ ماجد محمود توحیدی)

نبی آخر الزماں کی صداقت

(ویدوں سے ثابت)

(مولانا شمس نوید عثمانی)

ایک کلام دوسرے کلام کی روشنی میں

کلام الٰہی خود اللہ کا کلام ہونے کی دلیل ہوتا ہے۔ قرآن کے مضامین خود قرآن کی حقانیت کی سب سے بڑی دلیل ہیں۔ آیئے ویدوں کے کچھ مضامین پر قرآن کی روشنی میں نظر ڈالیں (اس ضمن میں تمام وید منتروں کے ترجمے ہم نے شری گنگا پرشاد اپادھیائے کی کتاب مصابیح الاسلام سے لئے ہیں)

قرآن الحمد للہ رب العالمین

(تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ (فاتحہ۔1)

وید اس دنیا کے بنانے والے کے لئے تعریف ہے (رگوید 5۔81۔1)

قرآن الرحمن الرحیم جو رحمن اور رحیم ہے (فاتحہ۔2)

وید جو دینے والا اور رحیم ہے (رگ وید 3۔34۔1)

قرآن اھدنا الصراط المستقیم ہماری سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کر (فاتحہ۔5)

وید ہم کو ہمارے فائدے کے لئے سیدھے راستے پر لگا۔ (یجروید 40۔16)

قرآن الم تعلم ان اللہ لہ ملک السموت والارض

کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ہے۔

وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر

اور اللہ کے سوا کوئی تمہارا یار و مددگار نہیں (بقرہ۔107)

وید وہ عظیم زمین و آسمان کا مالک ہے۔ وہ ایشور ہماری مدد کرے گا (رگ وید 1۔10۔1)

قرآن وخلق کل شی اور اس نے ہر (موجود) چیز کو پیدا کیا (الفرقان۔2)

وید پرماتما سب پرجا (مخلوق) کو بناتا ہے (اتھروید 7۔19۔1)

قرآن وانفقوا خیرا لانفسکم اور اپنے حق میں بھلائی کے لئے خرچ کرتے رہو۔

(التغابن۔ 16) ان تقرضوا الله قرضا حسنا يضعفه لكم اگر تم اللہ کو اچھی طرح قرض دو گے تو وہ اس کو تمہارے لئے بڑھاتا چلا جائے گا۔ (التغابن۔ 17)

وید خدا ایک ہے وہ مہربان خیرات کرنے والے آدمی کو رزق دیتا ہے۔(رگ وید 1-84-7)

قرآن وهو يطعم ولا يطعم وہ سب کو کھلاتا ہے اس کو کھلایا نہیں جاتا (انعام۔ 14)

پرماتما کھاتا نہیں ہے۔ دوسروں کو کھلانے کا انتظام کرتا ہے۔(رگ وید 1-164-20)

قرآن ليس كمثله شيئ اس کی کسی چیز سے مشابہت نہیں ہے (شوریٰ۔11)

وید اس پرمیشور کی کوئی مورتی نہین بن سکتی (یجروید 32-3)

قرآن ولله المشرق والمغرب اور اللہ ہی کا ہے مشرق بھی اور مغرب بھی (البقرہ 115)

وید سب سمتیں اسی کی ہیں (رگ وید 10-121-4)

قرآن فاينما تولوا فثم وجه الله ان الله واسع عليم

وید سو تم جدھر بھی منہ پھیرو اللہ ہی کی ذات ہے اللہ بڑی وسعت والا ہے بڑے علم والا ہے (البقرہ۔115)

وید دنیا کا خالق مشرق' مغرب اوپر اور نیچے سب جگہ ہے۔(رگ وید 10-36-14)

خدا کی آنکھ ہر طرف ہے' خدا کا منہ ہر طرف ہے۔(رگ وید 10-81-3)

قرآن ونحن اقرب اليه من حبل الوريد

اور ہم تو اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔(ق۔16)

وید تو ہم سے نزدیک ترین اور محافظ ہے (رگ وید 5-24-1)

قرآن ولا يحيطون بشيء من علمه الا بما شاء وسع كرسيه السموت والارض

اور وہ اس کے علم میں سے کسی چیز کا احاطہ نہیں کرسکتے سوا اس کے کہ جتنا وہ خود چاہے۔ اس کی کرسی آسمانوں اور زمین پر چھائی ہوئی ہے۔(البقرہ۔255)

وينزل الغيث اور وہی مینہ برساتا ہے (لقمن۔34)

نہ زمین اور آسمان اس خدا کے محیط ہونے کی حد کو پاسکتے ہیں نہ آسمان کے کرے نہ آسمان سے برسنے والا مینہ۔ سوائے اس خدا کے کوئی اور دوسرا وید اس خلقت پر قدرت نہیں رکھ سکتا۔

(رگ وید 1-52-14)

الم تران الفلک تجری فی البحر بنعمت الله

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ ہی کے فضل سے کشتی سمندر میں چلتی ہے (لقمن-31)

وہ سمندر کی کشتیوں کو جانتا ہے۔ (رگ وید 1-25-7)

الم تران الله یولج الیل فی النهار ویولج النهار فی الیل وسخر الشمس والقمر کل یجری الی اجل مسمی وان الله بما تعملون خبیر

کیا تم نہیں دیکھتے اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے۔ ہر ایک مقررہ میعاد تک چلتا رہے گا اور یہ کہ اللہ تمہارے سب اعمال کی پوری خبر رکھتا ہے۔ (لقمن 29)

کل جانداروں کے اوپر قدرت رکھنے والے خدا نے دن اور رات کا سلسلہ قائم کیا۔ (رگ وید 10-190-2)

نعمت من عندنا کذلک نجزی من شکر یہ ہمارے پاس سے ایک نعمت ہے کہ جو شکر کرتا ہے ہم اسے ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں۔ (قمر-35)

اے پرمیشور آپ نیک آدمی کو اچھا پھل دیتے ہیں یہ آپ کا حقیقی خاصہ ہے۔ (رگ وید 1-1-6)

ان الله لا یحب من کان مختالا فخورا قطعاً اللہ ایسوں کو دوست نہیں رکھتا جو تکبر اور بڑائی کرنے والے ہیں (النساء 36)

انسان کو چاہئے کہ سچائی کے راستے پر عاجزی سے چلے۔ (رگ وید 10-31-2)

والله یعلم مافی السموت ومافی الارض والله بکل شیی علیم اور اللہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے اسے جانتا ہے اور اللہ سب چیزوں کو جانتا ہے (الحجرات-16)

وہ ایشور ساری دنیا کو اچھی طرح جانتا ہے (رگ وید 10-187-4)

یعلم سرکم وجهرکم ویعلم ما تکسبون "وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے ظاہر احوال کو بھی جانتا ہے اور تم جو کچھ بھی عمل کرتے ہو اس کو جانتا ہے" (انعام-3)

وهو معکم این ما کنتم والله بما تعملون بصیر "اور جہاں بھی تم ہو وہ تمہارے ساتھ ہے اور جو کچھ بھی تم کرتے ہو اسے اللہ دیکھ رہا ہے۔" (الحدید-4)

وہ کھڑا ہوتا ہے۔ چلتا ہے۔ جو دھوکا دیتا ہے' جو جو چھپتا پھرتا ہے' جو دوسرے کو تکلیف دیتا ہے' جو دو آدمی خفیہ بات کرتے ہیں۔ تیسرا ایشور ان سب کو جانتا ہے۔(اتھروید 4-16-2)

وھوالقاھر فوق عبادہ "وہ (اللہ) اپنے بندوں پر غالب ہے" (انعام-18)

وہ سب جانداروں پر غالب ہے (رگ وید 10-190-2)

یعلم ما یلج فی الارض وما یخرج منھا وما ینزل من السماء وما یعرج فیھا "وہ اسے بھی جانتا ہے جو چیز زمین کے اندر داخل ہوتی اور جو اس میں سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اترتی ہے اور جو اس میں واپس چڑھتی ہے (الحدید-4)

وھوالذی ارسل الریح بشرا بین یدی رحمتہ "اور وہی ہے جو اپنی رحمت سے پہلے خوشخبری کے طور پر ہواؤں کو بھیج دیتا ہے" (الفرقان-48)

جو زمین اور آسمان میں یا اس کے اوپر ہے اسے ایشور دیکھتا ہے۔(اتھروید 4-16-2)

وہ اوپر پھیلی ہوئی خوش گوار ہوا کے راستوں کو جانتا ہے اور ان سب چیزوں کو جانتا ہے جو اس کے سہارے رہتی ہیں۔(رگ وید 1-25-9)

وھو الذی جعل اللیل والنھار خلفتہ "اور وہ ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا (الفرقان-62)

دن اور رات بنائے (رگ وید 10-190-2)

وجعل اللیل سکنا والشمس والقمر حسبانا "اور اس نے رات کو آرام کے لئے بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کے لئے" (انعام-92)

خالق نے سورج اور چاند کو مثل سابق خلقتوں کے رچا (رگ وید 10-190-3)

الا لہ الخلق والامر تبرک اللہ رب العلمین O ادعوا ربکم تضرعا وخفیتہ انہ لا یحب المعتدین "یاد رکھو اللہ ہی کے لئے خاص ہے خالق اور حاکم ہونا تمام جہانوں کے پروردگار بڑی خوبیوں سے بھرے ہیں۔ تم لوگ اپنے پروردگار سے عاجزی سے اور چپکے چپکے دعا کیا کرو۔ بے شک وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا ہے۔(اعراف 54-55)

قابل پرستش زمین اور آسمان کو سچے راستہ پر چلانے والے پرمیشور سے عاجزی سے ہاتھ اوپر اٹھا کر دعا مانگو۔(رگ وید 6-16-46)

الکبیر المتعال "(اللہ) سب سے بڑا اور عالیشان ہے (رعد-9)

خدا در حقیقت بہت بڑا ہے (اتھروید 20-58-3)

لا تبدیل لکلمت اللہ اللہ کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں ہوا کرتی۔ (یونس۔24)

خدا کے قانون نہیں بدلتے (رگ وید 1-24-10)

ولن تجد لسنتہ اللہ تبدیلا O اور تم خدا کے قانون میں کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے (الفتح۔ 23)

خدا کے قوانین کوئی نہیں بدل سکتا۔ (اتھروید 18-1-5)

وللہ ما فی السموت وما فی الارض لیجزی الذین اسا فابما عملوا ویجزی الذین احسنوا بالحسنی "اور آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے اللہ ہی کی ملک ہے تاکہ جنہوں نے برے عمل کئے ان کو برا بدلہ دے اور نیک عمل کرنے والوں کو اچھا بدلہ دے"۔ (النجم۔31)

اے خدا زمین اور آسمان تیرے رعب سے کانپتے ہیں۔ اے خدا تو اپنے قہر سے بدکار کو مارتا ہے اور نیکی کرنے والے کے لئے روحانیت کی عظمت قائم کرتا ہے۔ (رگ وید 1-80-11)

ھوالاول والاخر والظاھر والباطن وھوبکل شیی علیم "وہی اول ہے وہی آخر اور وہی ظاہر اور باطن ہے اور وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ (حدید۔3)

اے پرمیشور تو سب سے اول ہے اور سب سے زیادہ عالم ہے۔ (رگ وید 1-31-2)

قد تبین الرشد من الغی فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروہ الوثقی "ہدایت گمراہی سے ممتیز ہو چکی ہے۔ تو جو کوئی طاغوت کا انکار کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے اس نے ایک بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا" (البقرہ۔256)

خدا نے حق و باطل کی کیفیت کو سمجھ کر حق کو باطل سے جدا کر دیا اور حکم دیا کہ اے لوگو حق پر ایمان لاؤ اور باطل پر ایمان مت لاؤ (یجروید 19-77)

وانتم تتلون الکتب افلا تعقلون حالانکہ تم کتاب (الٰہی) پڑھتے ہو۔ تو کیا تم عقل سے کام ہی نہیں لیتے؟ (البقرہ۔44)

بے عقل لوگ کتاب دیکھتے ہوئے نہیں دیکھتے اور سنتے ہوئے نہیں سنتے۔ (رگ وید 10-71-4)

ولا تشتروا بایتی ثمنا " لا وایای فاتقون "اور تھوڑی سی قیمت کے عوض میری آیتوں کو فروخت مت کر ڈالو اور صرف مجھ ہی سے ڈرو" (البقرہ۔41)

اے لازوال قادر مطلق خدا تو اس قدر بیش قیمت ہے کہ میں تجھ کو کسی قیمت کے لئے نہ چھوڑوں۔ نہ ہزار کے لئے، نہ اربوں کے لئے، نہ سینکڑوں دنیاوی نعمتوں کے لئے۔ (رگ وید

(5-1-8

الا تزروازرہ وزراخری "اور یہ کہ کوئی بوجھ اٹھانے والا دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔" (النجم-38)

توہی عمل کرتوہی اس کا پھل بھوگ (یجروید 23-15)

ان اللہ لا یظلم الناس شیا ولکن الناس انفسھم لیظلمون "بے شک اللہ انسانوں پر بالکل ظلم نہیں کرتا بلکہ لوگ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں (یونس-44)

اے قادر مطلق عظیم الشان پروردگار ہم اپنی جہالت سے گمراہ ہوتے ہیں۔ ہمارے اوپر مہربانی کیجئے۔ (رگ وید 7-89-3)

لن تنالوا البر حتی تنفقو مما تحبون "تم نیکی کو نہیں پہنچ سکتے ہو جب تک ان چیزوں کو (خدا کی راہ میں) خرچ نہ کرو جنہیں تم عزیز رکھتے ہو" (آل عمران-92)

جو اپنی کمائی کو اکیلا ہی کھاتا ہے وہ گناہ کھاتا ہے (رگ وید 10-117-6)

الذین ینفقون فی السرا والضرا والکظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین

"یہ وہ لوگ ہیں جو آسودگی اور تنگی دونوں میں خرچ کرتے ہیں اور غصہ کو ضبط کرتے ہیں اور لوگوں سے درگذر کرتے ہیں اور اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے" (آل عمران-134)

جو غریبوں اور حاجت مندوں کی مدد کے لئے خیرات کرتا ہے وہی سخی ہے اس کا بھلا ہوتا ہے اس کے دشمن بھی اس کے دوست بن جاتے ہیں (رگ وید 10-117-3)

فذلک الذی یدع الیتیم ولا یحض علی طعام المسکین ○ فویل للمصلین ○

"سو وہ شخص یتیم کو دھکے دیتا ہے اور محتاجوں کے لئے کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔ سو ایسے نمازیوں کے لئے بڑی خرابی ہے" (الماعون 4,312)

جو ترس کے قابل یتیم روٹی کے طالب کو روٹی ہوتے ہوئے بھی مدد نہیں دیتا اور سخت دل کر کے خود کھاتا رہتا ہے اس کو مصیبت آنے پر کوئی راحت نصیب نہیں ہوتی" (رگ وید 10-117-2)

نوٹ! شری گنگا پرشاد اپادھیائے کے ترجموں سے ہمیں چند جگہ اختلاف ہے لیکن ہم نے انہیں کے ترجمے نقل کئے ہیں۔

ابھی اور پڑھئے

اگر آپ کا برسوں کا کھویا ہوا بھائی اچانک بازار میں مل جائے تو کیا آپ ہیئت کی کچھ تبدیلی کی وجہ سے اسے پہچاننے یا گلے لگانے سے انکار کر دیں گے؟ جب کہ اس کے چہرے پر بچپن کی جانی پہچانی واضح علامات بھی ہوں؟ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ شکل و شباہت کی مماثلت کی وجہ سے پہلے آپ ٹھٹکیں پھر اس کے ماضی کے بارے میں سوالات کریں اور ان علامات کو غور سے دیکھیں۔ اس کے بعد بلا شبہ آپ اسے لپٹا لیں گے اور پہلے سے زیادہ محبت اس کے لئے آپ کے دل میں اُمڈے گی۔ اگر وہ آپ کو نہ پہچان سکے گا تو آپ بڑی بے چینی سے اسے اپنے آپ کو پہنچوانے کی کوشش کریں گے۔ تو آیئے شکل و شباہت میں مماثلت دیکھنے کے بعد اپنے ماضی میں کھوئے ہوئے بھائی کی کچھ علامات کو اور غور سے دیکھیں اور اس سے کچھ سوالات کریں۔

اوپر دیئے گئے وید منتر رگ وید کے ہیں۔ ان میں دیکھیں کہ ہر منتر کے آخر میں ایک ہی جملہ (ترجمہ۔ اگنی کا راز ریگستانی امت یعنی مسلمانوں کے ذریعہ حاصل ہوتا ہے) بار بار دہرایا گیا ہے۔ کیا یہ قرآن کی سورہ رحمٰن کا سا انداز بیان نہیں ہے جس میں پوری صورت میں ایک جملہ فبای الاء ربکما تکذبان ترجمہ "پھر تم اپنے پروردگار کی کون کون سی آیات کو جھٹلاؤ گے" کی بار بار 31 مرتبہ تکرار ہے۔ یہ صرف اتفاق نہیں ہے۔ یہ تکرار رگ وید کے پہلے منڈل کے اٹھارویں سوکت میں بھی ملتی ہے جہاں (ترجمہ بڑے اہتمام اور شان کے ساتھ ہم ہر سمت سے حمد کرتے ہیں کو بار بار 5 مرتبہ اسی انداز میں دہرایا گیا ہے۔ طوالت کی خاطر یہ سوکت اور اس جیسی دوسری مثالیں جو ہم آگے بیان کر رہے ہیں ان کے پورے منتر ہم نقل نہیں کر رہے ہیں۔ اسی طرح سام وید میں لگاتار تین اشلوکوں کے آخر میں مندرجہ ذیل جملے کی تکرار ہے۔ (دشمن کی کھینچی ہوئی کمانیں ٹوٹ جائیں) رگ وید 2 میں مسلسل 13 بار یہ دہرایا گیا ہے (اے جنت کی سرزمین میرے دکھ پر دھیان دو) رگ وید 10-121 میں (ہم کس خدا کو قربانی پیش کریں) لگاتار 9 مرتبہ آیا ہے۔ یجروید کے اکیسویں ادھیائے کے ایک بھاگ میں منتر نمبر 48 سے منتر نمبر 55 تک لگاتار ہر منتر کے آخر میں یہ تکرار ہے۔ قرآن شریف میں بھی اس قسم کی تکرار صرف سورہ رحمان ہی میں نہیں ہے بلکہ مندرجہ ذیل سورتوں میں یہ مثالیں ہم کو ملتی ہیں۔

سورہ مرسلت میں ویل یومئذ للمکذبین (بڑی خرابی ہے اس روز جھٹلانے والوں کے لئے) 10 مرتبہ سورہ قمر میں ولقد یسرنا القران للذکر فھل من مدکر (اور نصیحت حاصل کرنے

والوں کے لئے قرآن کو ہم نے آسان کر دیا ہے۔ پس ہے کوئی نصیحت حاصل کرنے والا؟) 4 مرتبہ

اس طرز کی اور بھی مثالیں قرآن شریف اور ویدوں میں ہیں۔ ویدوں میں توحید' رسالت اور آخرت کے مضامین الگ الگ ابواب کی حیثیت میں پیش کئے جانے کے متقاضی ہیں جو آئندہ آئیں گے۔

جہاں تک پچھلی کتب مقدسہ سے ویدوں کے موازنے کا سوال ہے۔ عبرانی زبان سے ناواقفیت کی بناء پر ہم پچھلے صحائف (توریت' زبور' انجیل وغیرہ) کے انگریزی ترجمے ہی پڑھ سکتے ہیں۔ ظاہر ہے ان ترجموں میں مترجمین کے اپنے خیالات اور عقائد کا عکس شامل ہو گا لیکن ویدوں کے مطالعے کے درمیان ہم نے ان کا کافی حصہ ان کی اصل زبان سنسکرت میں بھی دیکھنے اور سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ اس تقابلی مطالعے میں توریت اور انجیل میں تحقیق کرنے والے مسلمان محققین کی بھی وہ تصنیفات ہم نے سامنے رکھیں جو ہمیں دستیاب ہو سکیں۔

ہم نے ان تمام کتب کو قرآن کی کسوٹی پر پرکھنے کی کوشش کی ہے اور ہم خدا کو حاظر و ناظر جان کر پوری ایمان داری کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ ممکن ہے کہ یہ کتابیں اپنی اصل زبانوں میں ویدوں کے ہم پلہ ثابت ہو سکیں لیکن موجودہ شکل میں ویدوں کو ہم نے انگریزی ترجمہ شدہ بائیبل (توریت' زبور' انجیل اور دیگر انبیاء کی کتب) سے اتنا آگے پایا کہ دونوں میں کوئی مقابلہ ہی نہیں۔

یہ تو قرآن کے معیار پر ان کتابوں (وید اور بائیبل کے مضامین کی صحت کو پرکھنے کا ما حصل تھا لیکن اصل اور آخری کسوٹی ابھی باقی ہے۔ خود قرآن ویدوں کے بارے میں کیا کہتا ہے؟

قرآن عظیم ہمیں بتاتا ہے کہ ہرامت میں اللہ نے اپنے رسول بھیجے۔ ولکل امہ رسول (اور ہرامت کے لئے ایک رسول تھا) (سورہ یونس۔ 47)

آخری گواہی باقی ہے

لیکن جن مقدس کتابوں کا قرآن نے ذکر کیا ہے وہ صرف توریت' زبور اور انجیل سمجھی جاتی ہیں۔ شری گنگا پرشاد اپادھیائے اپنی کتاب میں اس پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

"حضرت آدم علیہ السلام کے بعد قرآن شریف میں خاص طور پر چار ملہموں کا ذکر آتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت داؤد علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ ان سے چار کتب منسوب ہیں۔ حضرت موسیٰ سے تورات' حضرت داؤد علیہ السلام سے زبور' حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے انجیل اور حضرت محمد ﷺ سے قرآن۔ حضرت آدم کا نام نہ ملہموں

میں مذکور ہے نہ ان کے ساتھ کسی کتاب کو منسوب کیا گیا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک ایک مدت گذر جاتی ہے اس میں انسانی تاریخ میں بہت سے مدوجزر آ جاتے ہیں۔ بہت سی سلطنتیں پیدا ہوتی اور فنا ہو جاتی ہیں۔ کوئی اہل کتاب پیدا نہیں ہوتا۔

آپ کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف بنیادی طور پر کتاب ہدایت ہے۔ یہ رسولوں کے نام یا ان کی کتابوں کے ناموں کی انسائیکلوپیڈیا نہیں ہے۔ لیکن شری گنگا پرشاد کے اعتراض سے قطع نظر یہ سوال تو یقیناً پیدا ہوتا ہے کہ جن صاحب شریعت رسولوں کا ذکر قرآن کریم نے خصوصی اہمیت کے ساتھ بار بار کیا ہے یعنی حضرت نوح علیہ السلام' حضرت ابراہیم علیہ السلام' حضرت موسیٰ علیہ السلام' حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ۔ ان سب کتابوں کے نام بتائے سوائے حضرت نوح علیہ السلام کی کتاب کے۔ یہاں تک کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی کتاب کا نام بھی بتایا لیکن حضرت نوح علیہ السلام کے لائے ہوئے صحیفوں کے نام قرآن کیوں نہیں بتاتا؟

یا یہی سوال دوسرے الفاظ میں یوں دہرایا جا سکتا ہے کہ جن بڑی بڑی قوموں کا قرآن ایک ساتھ ذکر کرتا ہے وہ مومنین' عیسائی' یہودی اور صائبین ہیں ان میں سے قرآن نے اول الذکر تین قوموں کے پاس آئے صحیفوں کا نام تو بتایا لیکن صائبین کے پاس حضرت نوح علیہ السلام کون سے صحیفے لائے تھے۔ یہ کیوں نہ معلوم ہو سکا؟ اس سوال کی اہمیت اس وقت اور بڑھ جاتی ہے جب ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ صائبین قرآن عظیم میں ویدک قوم کو کہا گیا ہے اور اس ویدک قوم کے تبدیل ہو کر اسلام میں داخل ہونے کی پیشین گوئیاں بھی موجود ہیں۔ صرف اتنا ہی نہیں احادیث سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تبدیل ہو کر آنے والی قوم "اعجب القوم" "عجب ترین قوم" براہ راست قرآن پر ایمان نہیں لائے گی بلکہ پہلے اپنے صحائف جن سے وہ کٹی ہوئی تھی ان کی طرف متوجہ ہو گی اور ان صحائف ہی میں موجود قرآنی تعلیمات اور قرآن کی تصدیق پانے کے بعد ایمان لائے گی۔

آد گرنتھ (اولین صحائف) کے نام سے ڈھونڈیئے

یہ حقائق اس امر کے متقاضی ہیں کہ قرآن حکیم میں ویدک دھرم کے صحائف کا ذکر ہم تلاش کریں گے۔ قرآن پاک میں جب ہم پچھلی کتابوں کا ذکر ڈھونڈتے ہیں تو ہمیں توریت' زبور' انجیل اور صحف ابراہیم کے علاوہ پچھلی کتابوں کے لئے صحف اولی اور زبر الاولین کے الفاظ ملتے ہیں جن کے لفظی معنی ہیں سب سے پہلے صحیفے اور سب سے پہلے بکھرے ہوئے اوراق ان دونوں الفاظ

کے مشکرت حروف الفاظ آدگر نتھ اور آدگیان ہیں۔ ویدوں کے بارے میں ہندوؤں کا دعویٰ ہے کہ یہ آدگرنتھ اور آدگیان ہیں کیا کبھی آپ نے سوچا ہے کہ قرآن جنہیں زبر الاولین یا صحف اولیٰ کہتا ہے وہ کہیں یہی کتابیں تو نہیں ہیں جنہیں ہندو آگر نتھ کہتے ہیں۔ یہاں اس بات کا خیال رہے کہ اگر ہم اسی نام کی کسی کتاب کو ہم نے قرآن کریم میں ڈھونڈنے کی کوشش کی تو یہ سعی لا حاصل رہے گی۔ آج کی دنیا میں حضرت داؤد سے منسوب صحیفے کا نام سام (PSALM) ہے اب اگر سام کے نام سے آپ قرآن کریم میں حضرت داؤد کے صحیفے کو تلاش کریں تو ظاہر ہے کہ نہیں ملے گا۔ قرآن نے اس کتاب کا نام زبور رکھا ہے۔ یہ ایسا ہی ہے کہ آج کوئی عیسائی اپنے آپ کو نصاریٰ نہیں کہتا۔ لیکن ہم جانتے ہیں کہ قرآن نے نصاریٰ اس قوم کو کہا ہے جو آج اپنے آپ کو عیسائی کہتی ہے۔

ہم سے کیسی غفلت ہو گئی جو اپنے آپ کو نصاریٰ نہیں کہتے۔ انہیں تو ہم نصاریٰ کے نام سے جانتے ہیں اور جہاں ایک بہت بڑی قوم ہزاروں سال سے نزول قرآن سے بھی پہلے سے یہ دعویٰ کرتی چلی آ رہی ہے کہ اس کے پاس صحف اولیٰ یا زبر الاولین ہیں۔ اپنی زبان میں وہ یہی الفاظ اپنی کتابوں کے لئے استعمال کرتی چلی آ رہی ہے اور ہم ایک ہزار سال سے اسی ملک میں اسی قوم کے درمیان رہتے ہوئے بھی بغیر تحقیق کیے بغیر ان کے آدگرنتھوں کو پڑھے یہی کہے چلے جا رہے ہیں کہ صحف اولیٰ اور زبر الاولین کا دنیا میں اب کوئی وجود نہیں ہے اور پھر ایسا بھی تو نہیں کہ بہت سی قومیں اس نام کی کتاب رکھنے کا دعویٰ کرتی ہوں۔ جس سے سب کا دعویٰ مشکوک ثابت ہو رہا ہو بلکہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہبی قوم ہے جو اس کی مدعی ہے۔ اللہ ہمیں معاف کرے۔ شاید اللہ کی یہی مصلحت تھی کہ یہ راز اسی دور کے قریب کھلے جو تبدیلی قوم کے لئے لکھا جا چکا' ورنہ ہمیں قرآن میں صحیح بتا دیا گیا ہوتا کہ صحف اولیٰ یا زبر الاولین کس رسول کے ذریعے آئے۔ لیکن اس سے ہماری غفلت کے جرم میں کمی نہیں ہوتی۔ قرآن میں صاف الفاظ میں تشخص صرف ان کا ہے جن کو نزول قرآن کے وقت عرب جانتے تھے باقی رہتی دنیا تک کے تمام اہم واقعات اس میں تلاش کرتے سے ملیں گے۔ جو ایسے الفاظ میں ہوں گے جن پر 1400 سو سال پرانے عرب عمومیت کا اطلاق کرتے تھے۔ یہ ہمارا اور خصوصاً ہندوستانی مسلمانوں کا فریضہ تھا کہ اس قوم کا تعلق قرآن سے تلاش کرتے جس کے درمیان ہم ایک ہزار سال سے ہیں۔

قضا نماز پڑھنے کا بیان

حافظ محمد یاسین

کوئی فرض یا واجب نماز اپنے مقرر وقت پر ادا نہ کی جاسکی' اور وقت گزرنے کے بعد پڑھی جارہی ہے تو اس کو قضا پڑھنا کہتے ہیں اور اگر وقت کے اندر پڑھی جارہی ہے تو اس کو ادا کہتے ہیں۔

قضا نماز کا حکم

(1)۔ فرض نماز کی قضا فرض ہے اور واجب یعنی وتر کی قضاء واجب ہے

(2)۔ نذر اور منت کی مانی ہوئی نماز کی قضا بھی واجب ہے

(3)۔ نفل نماز شروع کردینے کے بعد واجب ہو جاتی ہے' اگر کسی وجہ سے نفل نماز فاسد ہو جائے یا شروع کردینے کے بعد کسی وجہ سے نماز توڑنی پڑ جائے تو اس کی قضا واجب ہے۔

(4)۔ سنت موکدہ اور نوافل کی قضا نہیں ہے' البتہ چونکہ فجر کی سنتیں بہت اہم ہیں اور حدیث میں ان کی بہت تاکید آئی ہے اس لئے ان کا حکم یہ ہے کہ اگر فجر کے فرض اور سنت دونوں قضا ہو گئے ہوں تو زوال سے پہلے پہلے دونوں کی قضا پڑھی جائے اور زوال کے بعد قضا پڑھنے کی صورت میں صرف فرض کی قضا پڑھی جائے سنت کی قضا نہ پڑھی جائے اور اگر فجر کے فرض وقت پر پڑھ لئے ہوں اور صرف سنتیں رہ گئی ہوں' تو یہ سنتیں سورج نکل آنے کے بعد زوال سے پہلے پڑھی جاسکتی ہیں' زوال کے بعد نہیں۔ اس کے علاوہ کوئی سنت یا نفل نماز وقت پر نہ پڑھی جاسکے تو اس کی قضا واجب نہیں ہے۔

(5)۔ ظہر کی وہ سنتیں جو فرضوں سے پہلے پڑھی جاتی ہیں کسی وجہ سے نہ پڑھی جاسکی ہوں تو فرضوں کے بعد پڑھی جاسکتی ہیں' ان سنتوں کو فرضوں کے بعد دو سنتوں سے پہلے پڑھنا بھی جائز ہے اور بعد میں بھی صحیح ہے' البتہ ظہر کا وقت ختم ہونے کے بعد ان کی قضا واجب نہیں ہے۔

قضا نماز کے مسائل و ہدایات

(1)۔ کسی مجبوری اور معذوری کے بغیر بلاوجہ نماز قضا کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ جس کے لئے حدیث میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔ اگر غفلت اور بے شعوری میں کبھی ایسی کوتاہی ہو گئی ہو' تو سچے دل سے توبہ کرنی چاہیئے اور آئندہ کے لئے اپنے خدا سے اصلاح حال کا پختہ عہد کرنا چاہئے۔

(2)۔ اور اگر کسی واقعی عذر اور مجبوری کی وجہ سے کبھی نماز قضا ہو جائے تو اس کی قضا پڑھنے میں خواہ مخواہ ٹال مٹول نہ کرنا چاہیے بلکہ جتنی جلدی ممکن ہو قضا پڑھ لینی چاہئے۔ بلاوجہ تاخیر کرنا گناہ ہے' اور

پھر زندگی کا بھی کیا اعتبار ہو سکتا ہے کہ موقع نہ ملے اور آدمی اسی حال میں خدا کے حضور پہنچ جائے اس کے سر گناہ ہو کہ موقع ملنے کے باوجود اس نے تاخیر کی اور قضا نمازیں نہ پڑھ سکا۔

(3)۔ اگر کسی وقت کئی افراد کی نماز قضا ہو جائے مثلاً اتفاقاً ایسے وقت میں آنکھ لگ گئی کہ نماز ادا کرنے کا موقع نہ مل سکے یا مثلاً کسی محلے میں کوئی حادثہ پیش آ جائے اور سارے لوگوں کی نماز قضا ہو جائے یا کچھ لوگ سوتے رہ جائیں اور سب کی نماز قضا ہو جائے تو اس صورت میں سب کو نماز جماعت کے ساتھ قضا پڑھنی چاہئے۔ اگر سری نماز قضا ہوئی ہو تو قضا نماز میں سری قرأت ہونی چاہئے اور اگر جہری نماز قضا ہوئی ہو تو جہری قرأت ہونی چاہئے۔

(4)۔ کسی اکیلے آدمی کی نماز بھی قضا ہو جائے تو بہتر یہ ہے کہ وہ خاموشی سے گھر میں قضا پڑھ لے اگر غفلت سے قضا ہوئی ہے تو یہ گناہ ہے اور گناہ کا لوگوں پر ظاہر کرنا خود گناہ ہے اور اگر کسی مجبوری سے قضا ہوئی ہے تب بھی لوگوں پر اس کا اظہار کرنا معیوب اور مکروہ ہے اگر مسجد میں بھی قضا پڑھے تو کوئی حرج نہیں لیکن لوگوں سے اس کا اظہار کرنا صحیح نہیں۔

(5)۔ قضا نماز پڑھنے کا کوئی وقت مقرر نہیں ہے، جب بھی یاد آئے اور موقع ہو فوراً قضا پڑھ لینی چاہئے۔ ہاں اگر ممنوع یا مکروہ وقت یاد آئے تو انتظار کرنا چاہئے جب ممنوع یا مکروہ وقت نکل جائے اس وقت پڑھنی چاہئے۔

(6)۔ اگر کئی وقت کی نمازیں قضا ہو گئی ہوں، تو ان کی قضا میں دیر نہ کی جائے بلکہ جہاں تک ہو سکے جلد ہی قضا پڑھ لینی چاہئے، اگر ممکن ہو تو ایک ہی وقت میں ساری قضا نمازیں پڑھ لی جائیں، یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ عصر کی قضا عصر کے وقت ہی پڑھی جائے اور ظہر کی قضا ظہر کے وقت ہی پڑھی جائے، بلکہ جب موقع ملے ایک وقت میں کئی کئی نمازیں پڑھ کر اپنی قضا نمازیں پوری کر لینی چاہئیں۔

(7)۔ کسی غفلت شعار نے عرصے تک نماز نہیں پڑھی اور اسی طرح اس نے مہینے اور سال بے حسی اور بے عملی میں گزار دیئے پھر خدا نے اس کو توبہ کی توفیق بخشی، تو اس پر ان ساری نمازوں کی قضا واجب ہے جو توبہ کرنے سے پہلے قضا ہوئی ہیں۔ توبہ کرنے سے نماز نہ پڑھنے کا گناہ تو امید ہے کہ خدا معاف فرما دے لیکن جو نمازیں رہ گئی ہیں وہ معاف نہ ہوں گی ان کی قضا پڑھنا واجب ہے۔

(8)۔ اگر کسی کی مہینوں اور سالوں کی نمازیں قضا ہو گئی ہیں، تو اسے چاہئے کہ وہ قضا شدہ نمازوں کا اندازہ کر کے قضا پڑھنا شروع کرے اور اس صورت میں قضا پڑھنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ جس وقت کی قضا پڑھنی چاہے اس وقت کا نام لیکر کہے میں اس وقت کی سب سے پہلی یا اس وقت کی سب سے آخری نماز پڑھتا ہوں، مثلاً قضا شدہ نمازوں میں سے فجر کی نماز قضا پڑھنا چاہے تو کہے میں فجر کی سب سے پہلی یا سب سے آخری نماز قضا پڑھتا ہوں اور اسی طرح پڑھتا رہے یہاں تک کہ ساری نمازوں کی قضا پوری ہو جائے۔

(9)۔ سفر کے دوران جو نمازیں قضا ہو جائیں' ان کی قضا اگر حالت اقامت میں پڑھی جائے تو قصر کرنا چاہئے اور دوران اقامت کی قضا نمازیں اگر سفر کی حالت میں پڑھی جائیں تو پوری پڑھنی ہوں گی۔ یعنی ظہر' عصر اور عشاء کی چار رکعت پڑھی جائیں گی۔

(10)۔ صرف وتر کی نماز قضا ہوئی اور وتر کے علاوہ کسی نماز کی قضا بھی اس کے ذمہ نہیں ہے تو وتر کی قضا پڑھے بغیر فجر کی نماز پڑھنا درست نہیں اور اگر یہ یاد رکھتے ہوئے کہ وتر کی قضا پڑھنی ہے اور پہلے فجر کی نماز ادا کر لی تو وتر کی قضا پڑھنے کے بعد فجر کی نماز دوبارہ پڑھنی ہو گی۔

(11)۔ اگر کوئی مریض حالت مرض میں اشاروں سے نماز ادا کر سکتا تھا لیکن اس کی کچھ نمازیں قضا ہو گئیں تو اس کو چاہیے کہ اپنے وارثوں کو یہ وصیت کر دے کہ مرنے کے بعد اس کے تہائی مال میں سے ان قضا نمازوں کا فدیہ ادا کر دیں' ایک قضا نماز کا فدیہ سوا سیر گیہوں' یا ڈھائی سیر جو ہوتے ہیں اور ان کی قیمت بھی دی جاسکتی ہے۔

(12)۔ اگر کسی مریض میں کمزوری کی وجہ سے اتنی سکت بھی نہ رہے کہ وہ اشاروں سے نماز پڑھ سکے' یا جنوں اور غشی کی ایسی کیفیت طاری ہو جائے کہ چھ نمازوں تک اسے کچھ ہوش ہی نہ ہو تو ایسے مریض پر ان نمازوں کی قضا واجب نہیں ہے' ہاں اگر پانچ نمازوں کے بعد ہوش آ جائے اور چھٹی نماز کے وقت ہوش ہو تو پھر ان ساری نمازوں کی قضا پڑھنی واجب ہو گی۔

(13)۔ جن لوگوں نے اپنی نادانی سے زندگی کا ایک حصہ نماز سے غفلت میں گزار دیا اور بے شمار نمازیں قضا ہو گئیں' پھر خدا نے ان کو دین کا شعور بخشا تو ان کو سب سے پہلی فکر یہ ہونی چاہئے کہ وہ اپنی گزری ہوئی نمازوں کی قضا پڑھیں' جس کی نہایت آسان شکل یہ ہے کہ پانچوں وقت کے فرض ادا کرنے کے ساتھ جو سنتیں اور نوافل بالعموم پڑھے جاتے ہیں ان کو سنت اور نفل کی نیت سے پڑھنے کی بجائے چھوٹے ہوئے فرضوں کی قضا کے طور پر پڑھتے رہیں یہاں تک کہ یہ گمان غالب ہو جائے کہ پچھلی سب نمازوں کی قضا ہو چکی۔ یہ بالکل غلط ہے کہ آدمی پانچوں وقت کے ادا فرضوں کے ساتھ نوافل اور سنن کا تو اہتمام کرے لیکن چھوڑی ہوئی نمازوں کی قضا سے غافل رہے یا ان کے معاملے میں سستی اور کسل سے کام لے' چھوڑے ہوئے فرض کی حیثیت قرض کی ہے اور یہ بالکل بے معنی بات ہے کہ قرض ادا کرنے سے غفلت برتتے ہوئے آدمی خیرات کرے' ہاں اگر چھوڑے ہوئے فرضوں کی قضا کا پورا پورا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ آدمی پانچوں نمازوں کے اوقات میں سنتیں اور نوافل پڑھے تو توقع ہے کہ اللہ تعالیٰ قبول فرمالے۔

(14)۔ جمعہ کی نماز کی قضا نہیں ہے لہٰذا جمعہ کی جو نمازیں چھوٹ گئی ہوں ان کے بجائے ظہر کی چار رکعت قضا پڑھنی چاہئے۔

(15)۔ کوئی شخص عید کی نماز میں امام کے ساتھ جماعت میں شریک ہوا لیکن کسی وجہ سے اس کی

نماز باطل ہو گئی تو اب اس نماز کی قضا نہیں پڑھ سکتا اس لئے کہ نماز عید کی قضا نہیں ہے اور وقت کے اندر تنہا بھی نہیں پڑھ سکتا اس لئے کہ نماز عید کے لئے جماعت فرض ہے۔

(16)۔ اگر عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز کسی عذر کی بنا پر پہلے دن نہیں پڑھی جا سکی تو عید الفطر کی نماز دوسرے دن قضا پڑھ سکتے ہیں اور عید الاضحیٰ کی نماز تیرہ تاریخ تک قضا پڑھ سکتے ہیں۔

صاحب ترتیب اور اس کی قضا نماز کا حکم

بالغ ہونے کے بعد جس بندہ مومن کی کوئی نماز قضا نہ ہوئی ہو یا زندگی میں پہلی ہی بار ایک یا دو نمازیں قضا ہوئی ہوں، چاہے مسلسل ہوئی ہوں یا مختلف اوقات میں، یا پہلے بھی اگر قضا ہوئی ہوں تو ان سب کی قضا پڑھ چکا ہو اور اب اس کے ذمے صرف یہی ایک دو یا زیادہ سے زیادہ پانچ نمازوں کی قضا ہو تو ایسے شخص کو شریعت کی اصطلاح میں "صاحب ترتیب" کہتے ہیں۔ صاحب ترتیب کے لئے قضا نماز پڑھنے میں دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

پہلی یہ کہ وہ جب تک چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا نہ پڑھ لے، اگلے وقت کی ادا نماز نہیں پڑھ سکتا، مثلاً کسی کی فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء یعنی ایک شب و روز کی پانچ نمازیں قضا ہو گئی ہیں، تو جب تک وہ ان پانچ نمازوں کی قضا نہ پڑھ لے اگلے دن کی نماز فجر ادا پڑھنا اس کے لئے درست نہیں اور اگر جانتے بوجھتے پڑھ لے گا تو ادا نہ ہو گی ہاں اگر کبھی صاحب ترتیب کو اپنی قضا نماز پڑھنا یاد نہ رہے اور وہ ادا نماز پڑھ لے تو پھر یاد آنے پر اس نماز کو دہرانا ضروری نہیں، یہ ادا نماز درست ہو جائے گی۔ وتر کی قضا کا بھی وہی حکم ہے۔ جو دوسری نمازوں کا ہے۔

دوسری بات یہ کہ یہ قضا شدہ نمازیں بھی ترتیب کے مطابق پڑھنا ضروری ہیں۔ یعنی پہلے فجر کی نماز، پھر ظہر کی اور پھر عصر کی، اسی طرح پانچوں نمازیں ترتیب سے پڑھنا ہوں گی۔ اور اگر اس نے فجر کی نماز پڑھنے سے پہلے ظہر کی نماز پڑھ لی تو فجر کی نماز پڑھنے کے بعد ظہر کی قضا پھر پڑھنا ہو گی، اسی طرح اگر ظہر کی قضا پڑھنے سے پہلے عصر اور مغرب کی قضا پڑھ لی تو ظہر کی قضا پڑھنے کے بعد پھر عصر اور مغرب کی قضا پڑھنی ہو گی۔

جس شخص کی پانچ نمازوں سے زیادہ قضا ہو جائیں وہ صاحب ترتیب نہیں رہتا اور قضا نمازوں کے پڑھنے میں اس کے لئے ترتیب کا لحاظ رکھنا واجب نہیں ہے۔ جب موقع پائے اور جس وقت کی نماز قضا پڑھنی چاہے پڑھ لے اور یہ بھی جائز ہے کہ قضا نمازیں پڑھنے سے پہلے اگلے وقت کی ادا نماز پڑھ لے، ترتیب کی پابندی صرف "صاحب ترتیب" کے لئے ہے۔ (ماخوذ از آسان فقہ)

واذکر اسم ربک وتبتل الیه تبتیلا

صداقت

اللہ

محبت

سلسلہ عالیہ توحیدیہ

بانی سلسلہ کی تصانیف

"چراغ راہ" خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے سالانہ اجتماعات پر مریدین کی تربیت اور راہنمائی کے لئے جو خطبات ارشاد فرماتے رہے یہ کتاب ان کا مجموعہ ہے اس میں نئے سلسلہ کے قیام کے اغراض و مقاصد تفصیل سے درج کرنے کے علاوہ راہ سلوک کے پیچ و خم' نشیب و فراز اس میں پیش آنے والی رکاوٹیں اور پیدا ہو جانے والی غلط فہمیاں بیان کردی گئی ہیں اور صدیوں سے حل طلب روحانی گتھیوں کو سلجھانے کے لئے ایسے ایسے نادر نکات بیان کئے گئے ہیں کہ یہ گیارہ خطباب ملت اسلامیہ کے لئے درس حیات اور سالکین کے لئے منارہ ہائے نور کی حیثیت رکھتے ہیں وہ خصوصی مسائل جن پر روشنی ڈالی گئی ہے یہ ہیں

☆ سلوک و تصوف میں اپنے ذاتی تجربوں اور تحقیق کا بیان
☆ مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور میں کیسے کیسے فقیر ملے اور مرشد سے ملاقات کا حال
☆ ہمارے زوال میں امرا علماء اور صوفیاء نے کیا کردار ادا کیا؟
☆ علماء ظاہر اور اہل روحانیت صوفیاء کے اصلاح کے طریقوں میں کیا فرق ہے
☆ قوم میں تصوف خفتہ اور تصوف بیدار کے اثرات کیا ہوتے ہیں؟
☆ تصوف کی اہمیت اور انسان کی زندگی پر اس کے اثرات
☆ عقل صمیم، عقل سلیم اور قلب سلیم کیا ہیں اور ان سے ہمیں کیا ملتا ہے
☆ یوگا' ہپناٹزم اور مسمریزم کی حقیقت اور انکے مقابلہ میں اسلامی روحانیت کی برتری اور فضیلت
☆ کرامات کی طاقت کس طرح حاصل ہوتی ہے اور کشف کیونکر ہوتا ہے؟
☆ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی؟